



Studybeesofficial

Where Minds Pollinate

Urdu Writing Skills

روداد / رپورتاژ / سفر نامہ

for
SSC-I, HSSC-I

Follow Our Socials



studybeesofficial



studybeesofficialpak



studybeesofficialpak

رُوداد نویسی

ہدایات:

روداد نویسی سے مراد کسی تقریب، جلسے اور مشاعرے کا آنکھوں دیکھا حال ایک غیر جانبدار مبصر کے حیثیت سے پیش کرنا ہے۔ گویا یہ ایک طرح سے شخص بھی ہے اور جائزہ بھی۔ یہ مضمون سے مختلف ہوتی ہے۔ مضمون میں ہم کسی موضوع پر مختلف خیالات کو ایک منطقی ترتیب اور انشا کی دل آویزی کے ساتھ پیش کرتے ہیں مگر روداد نویسی میں ہم جو دیکھتے ہیں، اسے اختصار، ترتیب اور حسن کے ساتھ سپرد قلم کرتے ہیں تاکہ وہ لوگ جنہوں نے اس تقریب کو نہیں دیکھا، ناہانہ لطف اندوز ہو سکیں۔ مضمون میں بحث و تحقیق کا دخل ہوتا ہے مگر روداد میں ایک واقعے کی ترجمانی من و عن کی جاتی ہے مگر اسلوب کی خوبی، لکھنے والے کی لہنی ہوتی ہے۔ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ روداد اس انداز سے لکھی جائے کہ قاری کے تصور میں ایک نقشہ کھنچ جائے اور اسے آرزو پیدا ہو کہ کاش وہ بھی اس محفل میں موجود ہوتا۔

رُوداد نویسی کے لیے ضروری ہے کہ

- ☆ لکھنے والے کا مشاہدہ گہرا، نظر وسیع اور انداز اچھوتا ہو، تقریب کا کوئی اہم پہلو اس کی نظر سے اوجھل نہ رہے۔
- ☆ جلسے کی نوعیت، تاریخ، مقام، حاضرین اور مقررین کا ذکر ضروری ہے۔
- ☆ مقررین کی تقریروں کے اہم نکات، شاعروں کے وہ اشعار جن پر داد ملی ہو اور جناب صدر کے خیالات کا ملخص حسن ترتیب اور حسن ادا کے ساتھ پیش کرنا چاہیے۔
- ☆ روداد میں واقعیت ہونی چاہیے۔ اس میں حسن ادا ہونا چاہیے۔ مگر اس قدر زیادہ نہیں کہ روداد ایک مضمون معلوم ہو، آغاز کا پیرا اگر اہم موضوع کے مناسبت سے تعارفی حیثیت کا ہونا چاہیے۔
- ☆ انداز، سادہ اور پروقار ہونا چاہیے۔
- ☆ ایک روداد نویس (رپورٹر) کو اپنی رائے، تبصرے یا تنقید سے گریز کرنا چاہیے۔ بلکہ یہ بتانا چاہیے کہ سامعین کا کسی مقرر، شاعر یا ادیب کے بارے میں مجموعی تاثر کیا تھا۔
- ☆ ایک جلسے میں خوش گواریاں بھی ہوتی ہیں اور بعض ناگوار پہلو بھی، روداد نویس کو چاہیے کہ وہ پھولوں سے اپنا دامن بھرے اور کانٹوں سے دامن بچاتا گزر جائے۔ اچھی باتوں کو کھل کر بیان کرے اور ناگوار امور کی طرف (اگر ناگزیر ہو) محض ہلکا سا اشارہ کرے۔
- ☆ ایک روداد میں مقررین کا مختصر اور جامع تعارف بھی ہونا چاہیے تاکہ ناواقف قاری ان شخصیتوں کی روشنی میں ان کے خیالات کا مطالعہ کر سکے کیوں کہ خیال کو شخصیت سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔
- ☆ روداد کی ابتدا موقع کی مناسبت سے مودوں اور گفتگو ہونی چاہیے تاکہ قاری کے دل میں کچھ اور جاننے کی امنگ پیدا ہو، ہر لکھنے والے کا انداز لہنا ہوتا ہے۔ اس انداز کی جھلک تحریر میں ایک لطیف بات ہے جس طرح بعض تصاویر سپاٹ ہوتی ہیں اور بعض اس زاویے سے لی جاتی ہیں کہ وہ عموماً نگاہوں سے لپٹ جاتی ہیں۔ اسی طرح بعض رودادیں ایسی ہوتی ہیں کہ قاری ایک نگاہ غلط انداز ڈال کر آگے گزر جاتا ہے اور بعض یوں پیش کی جاتی ہیں کہ انھیں نہ اہل نظر، نظر انداز کر سکتے ہیں نہ تماشا شائق۔

1. سالانہ سیرت کانفرنس کی تقریب کی روداد

اسلام آباد میں واقع ایک مشہور تعلیمی ادارے، نیشنل کالج آف اسلامک اسٹڈیز، میں سالانہ سیرت کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ اس کانفرنس کا مقصد طلبہ و طالبات کو نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ اور سیرت پاک سے آگاہ کرنا تھا تاکہ وہ اپنی زندگیوں میں ان کی تعلیمات کو اپنائیں اور اپنی عملی زندگی میں ان کی روشنی میں قدم بڑھائیں۔ اس کانفرنس کا اہتمام خصوصی طور پر کیا گیا تھا تاکہ طلبہ میں دین کی محبت پیدا ہو اور وہ اسلامی تعلیمات کو اپنی عملی زندگی کا حصہ بنائیں۔

کانفرنس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا جس کی سعادت فاضل ایئر کے طالب علم محمد عبداللہ نے حاصل کی۔ انھوں نے قرآن مجید کی سورۃ الاحزاب کی آیات تلاوت کیں جن میں نبی کریم ﷺ کی شان اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ان کی پرسوز تلاوت نے سامعین کے دلوں کو گرمادیا اور ایک روحانی ماحول پیدا کیا۔ اس کے بعد گرلز کالج کی طالبہ عائشہ نورین نے جناب حفیظہ تائب کی لکھی ہوئی نعت پیش کی جس سے تمام حاضرین کے دلوں میں محبت رسول ﷺ کی شمع کو مزید روشن کر دیا۔ اس کا ایک شعر یہ تھا:

خوشبو ہے دو عالم میں تیری اے گل چیدہ کس منہ سے بیاں ہوں تیرے اوصاف حمیدہ

(دو عالم دونوں جہانوں میں۔ گل چیدہ: منتخب پھول۔ اوصاف حمیدہ: تعریف کے لائق خوبیاں)

کانفرنس کی صدارت معروف اسلامی اسکالر ڈاکٹر زاہدہ پروین نے کی جو نبی ﷺ کی سیرت پر گہری نظر رکھتی ہیں اور متعدد کتب کی مصنفہ بھی ہیں۔ انھوں نے اپنے خطبہ صدارت میں سیرت النبی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور طلبہ کو ان کی تعلیمات سے رہنمائی حاصل کرنے کی ترغیب دی۔ انھوں نے نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ کی مثالوں کے ذریعے سامعین کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ کیسے نبی ﷺ کی زندگی ہر پہلو میں ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ انھوں نے آغاز اور اختتام قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ پر کیا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ترجمہ: یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱)

کانفرنس میں مختلف موضوعات پر مقالات پیش کیے گئے۔ پہلا مقالہ "نبی کریم ﷺ کا اخلاق حسنہ" کے موضوع پر تھا جسے کالج کے استاد ڈاکٹر احمد حسن نے پیش کیا۔ انھوں نے نبی ﷺ کے حسن اخلاق، صبر، تواضع اور عفو و درگزر کی بے مثال مثالیں بیان کیں اور طلبہ کو ان کی پیروی کرنے کی نصیحت کی۔ انھوں نے اس بات پر زور دیا کہ کس طرح نبی ﷺ نے مخالفین کے ساتھ بھی نرمی اور محبت کا برتاؤ کیا اور ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنا چاہیے۔ انھوں نے اقبال کے اس شعر پر بطور خاص زور دیا:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

دوسرا مقالہ "نبی کریم ﷺ کا تعلیمی نظام" کے موضوع پر تھا جسے فاضل ایئر کے طالب علم، محمد علی، نے پیش کیا۔ انھوں نے نبی ﷺ کے تعلیمی نظام کی خصوصیات، ان کے تعلیمی اصول اور تعلیم کے میدان میں ان کے انقلابی اقدامات پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے اس بات پر زور دیا کہ کس طرح نبی ﷺ نے تعلیم کو عام کیا اور علم حاصل کرنے کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ انھوں نے نبی ﷺ کی مساجد کو تعلیم کے مراکز بنانے کی مثالیں دیں اور کہا کہ ہمیں بھی اپنے تعلیمی نظام کو اسی طرح مضبوط بنانا چاہیے۔

تیسرا مقالہ "نبی کریم ﷺ کا معاشرتی نظام" کے موضوع پر تھا جسے گرلز کالج کی طالبہ فاطمہ زہرہ نے پیش کیا۔ انھوں نے نبی ﷺ کے دور کے معاشرتی نظام، ان کے عدل و انصاف کے اصول اور معاشرتی اصلاحات پر گفتگو کی۔ انھوں نے اس بات کی وضاحت کی کہ نبی ﷺ نے کس طرح معاشرتی ناہمواریوں کو دور کیا اور ایک منصفانہ معاشرتی نظام قائم کیا۔ انھوں نے بتایا کہ نبی ﷺ نے خواتین، بچوں اور غلاموں کے حقوق کے لیے جدوجہد کی اور معاشرتی انصاف کو فروغ دیا۔ انھوں نے یہ شعر پڑھ کر اپنی بات مکمل کی:

اس کا آنا تھا کہ جنت کے در پہ کھل گئے ابر رحمت اس قدر برسا کہ چہرے دھل گئے

کانفرنس کے دوران طلبہ و طالبات نے نبی ﷺ کی سیرت سے متعلق مختلف سوالات کیے جن کے جوابات مقررین نے دیے۔ سوال و جواب کا یہ سیشن طلبہ کے لیے بہت مفید ثابت ہوا اور ان کے علم میں اضافہ ہوا۔ سوالات میں نبی ﷺ کی زندگی کے مختلف پہلو، ان کی تعلیمات اور ان کی عملی زندگی کے تجربات شامل تھے۔ مقررین نے تفصیل سے ہر سوال کا جواب دیا اور طلبہ کی دلچسپی اور تجسس کی تعریف کی۔

کانفرنس کے اختتام پر کالج کے پرنسپل پروفیسر عبدالرحمن نے خطاب کیا۔ انھوں نے کانفرنس کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ نبی ﷺ کی سیرت کا مطالعہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ انھوں نے طلبہ کو نصیحت کی کہ وہ نبی ﷺ کی تعلیمات کو اپنی زندگیوں میں عملی طور پر اپنائیں اور ایک بہترین مسلمان بننے کی کوشش کریں۔ انھوں نے کہا کہ ہماری اصل کامیابی اسی میں ہے کہ ہم نبی ﷺ کے اخلاق و کردار کو اپنائیں اور دنیا و آخرت میں کامیاب ہوں۔ آخر میں، ڈاکٹر زاہدہ پروین نے دعا کروائی اور اللہ تعالیٰ سے طلبہ کی کامیابی اور ان کی زندگیوں میں نبی ﷺ کی تعلیمات کو اپنانے کی توفیق مانگی۔ دعا کے دوران تمام حاضرین نے ہاتھ اٹھا کر اللہ سے نبی ﷺ کی محبت اور ان کے راستے پر چلنے کی استدعا کی۔

کانفرنس کا اختتام ہوا اور تمام طلبہ و طالبات نے اس موقع پر نبی ﷺ کی سیرت سے متعلق مختلف کتابیں اور رسائل خریدے۔ یہ کانفرنس طلبہ کے لیے ایک علمی اور روحانی تجربہ ثابت ہوئی اور ان کے دلوں میں نبی ﷺ کی محبت اور عقیدت میں مزید اضافہ ہوا۔ کانفرنس کے دوران ہونے والی علمی گفتگو اور روحانی ماحول نے طلبہ کے دلوں میں دین کی محبت کو مزید بڑھایا اور انھیں نبی ﷺ کی سیرت کو اپنی زندگی کا حصہ بنانے کی ترغیب دی۔

2- ایک تفریحی مقام کی سیر کی روداد

اسلام آباد سے کچھ فاصلے پر واقع، پنجاب کا دل کش کوہستان نمک، اپنے قدرتی اور تاریخی مقامات کی وجہ سے سیاحوں کے لیے ایک پسندیدہ مقام ہے۔ اس بار کالج کے طلبہ کے ایک گروپ نے اس علاقے کی سیر کا منصوبہ بنایا جس میں کھیوڑہ کی نمک کی کانیں، کناس راج مندر کمپلیکس اور گلر کھار جمیل شامل تھیں۔ اس سیر کا مقصد طلبہ کو نہ صرف تفریح فراہم کرنا تھا بلکہ انھیں اپنے ملک کی تاریخی اور قدرتی دولت سے آگاہ کرنا بھی تھا۔

ہمارا سفر صبح سویرے شروع ہوا۔ بس میں سب دوستوں کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ ہماری پہلی منزل کھیوڑہ کی نمک کی کانیں تھیں جو دنیا کی دوسری بڑی نمک کی کانیں ہیں۔ تقریباً دو گھنٹوں کے سفر کے بعد ہم کھیوڑہ پہنچے۔ کھیوڑہ کی نمک کی کانیں تقریباً ۳۲ قبل مسیح کی ہیں اور ان کی دریافت سکندر اعظم کے دور میں ہوئی تھی۔ ان کانوں کی لمبائی ۴۰ کلو میٹر سے زیادہ ہے اور یہ تقریباً ۱۹ منزلہ عمارت کے برابر گہری ہیں۔ یہ کانیں ہر سال ہزاروں سیاحوں کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔

وہاں پہنچ کر ہم نے سب سے پہلے کانوں کے بارے میں تعارفی ویڈیو دیکھی جس میں ہمیں کانوں کی تاریخ اور ان کی اہمیت کے بارے میں بتایا گیا۔ کانوں کے اندر داخل ہوتے ہی ہمیں ایک نئی دنیا کا سامنا ہوا۔ نمک کی دیواریں، چھتیں اور فرش دیکھ کر ہم سب حیران رہ گئے۔ نمک کے اندرونی حصے میں مختلف رنگوں کی روشنیوں سے سجاؤ کی گئی تھی جس نے اس منظر کو اور بھی حسین بنا دیا تھا۔ گائیڈ نے ہمیں مختلف حصوں کی سیر کروائی اور ہمیں نمک کے تراشے ہوئے مختلف مجسمے اور اشکال دکھائیں جن میں بینار پاکستان، بادشاہی مسجد اور دیگر مشہور عمارتوں کی ممکنہ نقول شامل تھیں۔ اس کے علاوہ ایک چھوٹی سی جمیل بھی تھی جس کا پانی انتہائی ممکن تھا۔ یہ جگہ واقعی حیرت انگیز تھی اور ہمیں نمک کی کانوں کی محنت اور تاریخ کے بارے میں بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔

کھیوڑہ کی سیر کے بعد ہمارا اگلا پڑاؤ کناس راج مندر کمپلیکس تھا، جو ہندو، بدھ اور سکھ مذاہب کا ایک مقدس مقام ہے۔ یہاں تینوں مذاہب کے ماننے والوں کے مقدس مقامات ہیں۔ یہ مندر جہلم سے تقریباً ۲۵ کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے اور یہاں کا سب سے بڑا اور قدیم ہندو مندر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مندر پانچ ہزار سال پرانا ہے اور اس کا ذکر مہابھارت میں بھی ملتا ہے۔ وہاں پہنچ کر ہم نے مندر کے مختلف حصوں کی سیر کی۔ مندر کا مرکزی حصہ قدیم طرز تعمیر کا ایک شاندار نمونہ تھا۔ گائیڈ نے ہمیں بتایا کہ یہ مندر ہزاروں سال پرانا ہے اور مختلف ادوار میں ہندو راجاؤں کے دور میں تعمیر ہوا۔ مندر کے ساتھ ہی ایک خوب صورت تالاب بھی تھا جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا پانی مقدس ہے۔ ہم نے مندر کے ارد گرد کے علاقے کی سیر کی، جس میں دوسرے مذاہب کے مندر بھی تھے اور وہاں کی تاریخی اہمیت کے بارے میں جاننا۔

کناس راج کپلیکس کے بعد ہمارا آخری مقام کلر کھار جمیل تھا۔ یہ جمیل اپنے صاف شفاف پانی اور خوب صورت مناظر کی وجہ سے مشہور ہے۔ کلر کھار جمیل تقریباً ۲۵ میٹر کی بلندی پر واقع ہے اور اس کا پانی تمکین ہے۔ جمیل کا رقبہ تقریباً ۸ کلو میٹر تک پھیلا ہوا ہے اور یہ جمیل ایک تاریخی پس منظر رکھتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر نے یہاں قیام کیا تھا اور اس جمیل کی خوب صورتی سے متاثر ہو کر یہاں باغات لگوائے تھے۔

کلر کھار پہنچتے ہی ہم نے جمیل کے کنارے پکنک کا اہتمام کیا۔ جمیل کے پانی کی ٹھنڈک اور وہاں کی خوش گوار ہوائ نے ہمارے سفر کی تھکاوٹ کو دور کر دیا۔ کچھ دوستوں نے کشتی رانی کا لطف اٹھایا جب کہ کچھ نے جمیل کے کنارے بیٹھ کر قدرت کی خوب صورتی کو محسوس کیا۔ جمیل کے کنارے بیٹھ کر ہم نے کھانا کھایا اور کچھ دیر آرام کیا۔ اس دوران ہم نے خوب صورت مناظر کی تصاویر بھی بنائیں اور آپس میں گپ شپ کی۔ جمیل کے پاس موجود باغات اور پھولوں کی خوشبو نے ماحول کو اور بھی دل کش بنا دیا۔ کلر کھار جمیل کی سیر ہمارے لیے ایک ناقابل فراموش تجربہ تھا۔ بقول اقبال:

گلزارِ ہست و بود نہ بیگانہ وار دیکھ ہے دیکھنے کی چیز، اسے بار بار دیکھ

(گلزارِ ہست و بود: دنیا کا باغ۔ بیگانہ وار: اجنبیت کے ساتھ)

شام کے وقت ہم نے واپسی کا سفر شروع کیا۔ بس میں سب دوستوں نے اپنے اپنے تجربات کا ذکر کیا اور اس سفر کی یادوں کو تازہ کیا۔ یہ سفر ہم سب کے لیے نہ صرف ایک تفریحی موقع تھا بلکہ ایک تعلیمی تجربہ بھی تھا جس نے ہمیں اپنے ملک کی تاریخی اور قدرتی دولت سے آگاہ کیا۔ اس سیر نے ہمیں یہ احساس دلایا کہ پاکستان کی سر زمین قدرتی حسن اور تاریخی مقامات سے مالا مال ہے۔ ہمیں اپنے ملک کی اس دولت کی قدر کرنی چاہیے اور اسے آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ رکھنا چاہیے۔ ہم سب نے یہ عزم کیا کہ آئندہ بھی ایسی سیاحت کے مواقع تلاش کریں گے اور اپنے ملک کی خوب صورتی سے لطف اندوز ہوں گے۔

یوں ہمارا یہ سفر اپنے اختتام کو پہنچا، لیکن اس کی یادیں ہمیشہ ہمارے دلوں میں زندہ رہیں گی۔ کیونکہ کی ٹمک کی کانیں، کناس راج مندر کپلیکس کی تاریخی عمارتیں اور کلر کھار جمیل کی خوبصورتی، یہ سب کچھ ہمارے ذہنوں میں ایک حسین تصویر کی طرح بس گئی ہیں۔ یہ سفر ہمارے لیے ایک خوب صورت اور یادگار تجربہ تھا، جس نے ہمیں اپنے وطن کی خوب صورتی اور تاریخ سے مزید قریب کر دیا۔

3۔ شجرکاری مہم کی تقریب کی روداد

اسلام آباد کے مرکزی پارک میں شجرکاری مہم کی ایک خصوصی تقریب کا انعقاد کیا گیا، جس میں شہر کے مختلف تعلیمی اداروں کے طلبہ، اساتذہ اور مقامی شخصیات نے شرکت کی۔ یہ تقریب نہ صرف شجرکاری کے فروغ کے لیے منعقد کی گئی تھی بلکہ اس کا مقصد عوام میں درختوں کی اہمیت اور ماحول کی حفاظت کے بارے میں شعور بیدار کرنا بھی تھا۔

تقریب کا آغاز صبح نو بجے ہوا جب مرکزی پارک کی فضا خوش گوار تھی اور سورج کی نرم کرنیں درختوں کے پتوں پر پڑ رہی تھیں۔ تمام شرکاء نے تقریب میں شرکت کے لیے مقررہ وقت پر پہنچنا شروع کر دیا۔ پارک کے داخلی دروازے پر ایک خوب صورت بینر آویزاں کیا گیا تھا جس پر "شجرکاری مہم ۲۰۲۴" کے الفاظ جلی حروف میں لکھے ہوئے تھے۔ پارک کے مختلف حصوں میں شجرکاری کے لیے نشانیاں لگائی گئی تھیں اور پودے پہلے سے تیار کیے گئے تھے۔

تقریب کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا جس کی سعادت مقامی مدرسے کے طالب علم محمد علی نے حاصل کی۔ اس کے بعد قومی ترانہ پیش کیا گیا۔ تقریب کی میزبانی کے فرائض معروف ماحولیاتی کارکن ڈاکٹر سارہ نذیر نے سرانجام دیے، جو اپنے پرجوش اور متاثر کن انداز کی وجہ سے جانی جاتی ہیں۔ انھوں نے تقریب کا آغاز اس شعر سے کیا:

اس جلتی دھوپ میں یہ گئے سایہ دار بچہ میں لہتی زندگی اٹھیں دے دوں جو بن پڑے

ڈاکٹر سارہ نذیر نے اپنے افتتاحی کلمات میں تقریب کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے شجرکاری کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا، "درخت نہ صرف ہماری زمین کے حسن کو بڑھاتے ہیں بلکہ یہ ہماری ہمتا کے لیے بھی انتہائی ضروری ہیں۔ یہ ہماری فضا کو صاف کرتے ہیں، ہمیں آکسیجن فراہم کرتے ہیں اور ہمارے ماحول کو متوازن رکھنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔" انھوں نے حاضرین کو بتایا کہ اس مہم کے دوران ہزاروں پودے لگانے کا ہدف مقرر کیا گیا ہے اور یہ شروعات آج کی تقریب سے ہو رہی ہے۔

اس کے بعد مختلف تعلیمی اداروں کے نمائندوں نے تقاریر کیں اور شجرکاری کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ پہلی تقریر گورنمنٹ کالج کی پروفیسر عائشہ یاسمین نے کی۔ انھوں نے بتایا کہ کس طرح درخت ہماری زمین کو کٹاؤ سے بچاتے ہیں اور پانی کی سطح کو برقرار رکھتے ہیں۔ انھوں نے کہا، ”ہمیں اپنی نئی نسل کو یہ سکھانا چاہیے کہ درخت لگانا اور ان کی حفاظت کرنا نہ صرف ایک ذمہ داری ہے بلکہ یہ ہماری بقا کے لیے بھی ضروری ہے۔“ انھوں نے اپنی تقریر میں یہ شعر پڑھ کر کے سب کو جذباتی کر دیا:

کل رات جو امید من کے لیے کٹ کے گرا ہے چڑیوں کو بہت پیار تھا اس بوڑھے فخر سے

پروفیسر عائشہ یاسمین کے بعد اسلام آباد ماڈل کالج کے طالب علم احمد رضانے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انھوں نے نہایت جوش و خروش سے کہا، ”ہم نوجوانوں کو آگے بڑھ کر شجرکاری میں حصہ لینا چاہیے۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے ماحول کو بہتر بنائیں اور مستقبل کی نسلوں کے لیے ایک صاف ستھرا اور سبز و شاداب ماحول چھوڑیں۔“

تقریر کے بعد شجرکاری کا عملی مظاہرہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے، شہر کے ناظم نے ایک پودا لگا کر شجرکاری مہم کا آغاز کیا۔ انھوں نے اپنے ہاتھوں سے پودا لگا کر اس کے گرد مٹی ڈالی اور پانی دیا۔ ان کے بعد دیگر شرکانے بھی باری باری پودے لگائے۔ طلبہ، اساتذہ اور مقامی شخصیات نے مل کر مختلف اقسام کے پودے لگائے جن میں آم، نیم، پھل اور گل مہر کے پودے شامل تھے۔ اس دوران ماحول میں ایک خوش گوار فضا قائم رہی اور سب نے مل کر شجرکاری میں حصہ لیا۔

پودے لگانے کے دوران ماہرین نے شرکا کو پودے لگانے اور ان کی دیکھ بھال کے بارے میں مفید مشورے دیے۔ انھوں نے بتایا کہ پودوں کو کیسے صحیح طریقے سے لگایا جائے، ان کی جڑوں کو مضبوط کیسے کیا جائے اور ان کی مناسب دیکھ بھال کیسے کی جائے۔ اس سے شرکا کو نہ صرف پودے لگانے کا عملی تجربہ حاصل ہوا بلکہ ان کی معلومات میں بھی اضافہ ہوا۔

تقریب کے اختتام پر تمام شرکا کو شجرکاری مہم کے سرٹیفکیٹس دیے گئے تاکہ انھیں ان کی شرکت اور محنت کے لیے سراہا جائے۔ اس کے بعد ڈاکٹر خالد خیر نے اختتامی کلمات کہے۔ انھوں نے تمام شرکا کا شکریہ ادا کیا اور کہا، ”آج کی یہ تقریب ہمارے مستقبل کے لیے ایک امید کی کرن ہے۔ ہم سب کو مل کر شجرکاری کو سرسبز و شاداب بنانا ہے اور اس کی حفاظت کرنی ہے۔“

شجرکاری مہم کی یہ تقریب ایک کامیاب اور یادگار ایونٹ ثابت ہوئی۔ اس نے نہ صرف شرکا کو درختوں کی اہمیت کے بارے میں آگاہ کیا بلکہ انھیں عملی طور پر شجرکاری میں حصہ لینے کا موقع بھی فراہم کیا۔ اس تقریب نے شرکا کے دلوں میں درختوں کی محبت اور ان کی حفاظت کا عزم پیدا کیا۔ یہ تقریب ایک مثال بن گئی کہ کیسے ہم سب مل کر اپنے ماحول کو بہتر بنا سکتے ہیں اور آنے والی نسلوں کے لیے ایک خوب صورت اور صحت مند دنیا چھوڑ سکتے ہیں۔

اک فخر ایسا محبت کا لگایا جائے جس کا مسانے کے آنگن میں بھی سایا جائے

شجرکاری مہم کی اس تقریب نے ہمیں یہ سکھایا کہ درخت ہماری زندگی کا اہم حصہ ہیں اور ان کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے۔ ہمیں اس طرح کی تقریبات کو مزید فروغ دینا چاہیے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ شجرکاری میں حصہ لیں اور اپنے ماحول کو بہتر بنانے کے لیے اقدامات کریں۔ اس تقریب نے ہمارے دلوں میں درختوں کی اہمیت اور ان کی حفاظت کا عزم پیدا کیا اور ہمیں یہ سکھایا کہ ہم سب مل کر اپنی زمین کو سرسبز و شاداب بنا سکتے ہیں۔

4۔ مہندی کی رسم کا آنکھوں دیکھا حال

میری دوست سارہ کی مہندی کی رسم کا دن آیا تو ہم سب میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ یہ ایک خوب صورت شام تھی جب ہم سب اس کی مہندی کی تقریب کے لیے جمع ہوئے۔ تقریب کا انعقاد ایک بڑے باغیچے میں کیا گیا تھا جو روشنیوں اور رنگین آرائش سے جگمگا رہا تھا۔

میں نے اپنے بہترین کپڑے پہنے اور شام کو سارہ کے گھر پہنچی۔ دروازے پر روشنیوں کا جال بچھا ہوا تھا اور گھر کے اندرونی حصے کو خوب صورتی سے سجایا گیا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی مجھے مختلف رنگوں کے پھولوں کی خوشبو محسوس ہوئی جو لہذا کو معطر کر رہی تھی۔ دوستوں اور رشتہ داروں کی رونق دیدنی تھی اور سب کے چہروں پر خوشی اور مسکراہٹ نمایاں تھی۔

مہندی کی تقریب کا آغاز روایتی انداز میں ہوا۔ سارہ کو ایک خوب صورت تخت پر بٹھایا گیا تھا جو پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ اس نے سبز اور سنہری رنگ کا لباس پہن رکھا تھا اور اس کا حسن اور بھی نکھر آیا تھا۔ اس کے ہاتھوں پر مہندی لگانے کے لیے مہندی والی آئی ہوئی تھی جو نہایت مہارت سے مختلف ڈیزائن بنا رہی تھی۔ سارہ کے چہرے پر شرم اور خوشی کے ملے جلے تاثرات تھے۔

تقریب کے دوران مختلف روایتی رسومات ادا کی گئیں۔ سب سے پہلے سارہ کی بہنوں اور کزنز نے اس کے ہاتھوں پر مہندی لگائی اور خوب صورت نقوش بنائے۔ پھر باری باری سب دوستوں اور رشتہ داروں نے بھی مہندی لگوائی۔ میں نے بھی اپنی باری پر سارہ کے ہاتھوں پر مہندی لگائی اور دل سے اس کے لیے دعا کی۔

مہندی کی رسم کے دوران روایتی گیت بھی گائے گئے جس نے ماحول کو مزید خوش گوار بنا دیا۔ لڑکیوں نے روایتی لہنگے اور غرارے پہنے ہوئے تھے اور سب کی خوشی دیکھنے لائق تھی۔ تقریب کے دوران روایتی کھانوں کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ مختلف اقسام کی مٹھائیاں، سموے، پکڑے اور دیگر لذیذ کھانے پیش کیے گئے۔ مہمانوں نے کھانے کا بھرپور لطف اٹھایا اور خوش گوار ماحول میں باتیں کیں۔ خاص طور پر مہندی کی رات کی چائے کا اپنا ہی ایک مزہ تھا جو سب نے مل کر پی لیا۔ تقریب کے اختتام پر سارہ کی ساس اور نندوں نے اسے تحائف دیے۔ ان میں جیولری، کپڑے اور دیگر خوب صورت چیزیں شامل تھیں۔ سارہ نے تحائف قبول کرتے ہوئے سب کا شکریہ ادا کیا اور اس کے چہرے پر خوشی کے تاثرات نمایاں تھے۔ رات کے آخر میں ہم سب نے مل کر تصاویر بنوائیں۔ سارہ کے ہاتھوں پر مہندی کے خوب صورت نقوش اور اس کی خوشی بھری مسکراہٹ ہمیشہ کے لیے یادگار بن گئی۔ یہ تقریب ایک خوب صورت اور یادگار تجربہ تھی جس نے ہمارے دلوں میں خوشی اور محبت کے جذبات بھر دیے۔

مہندی کی یہ تقریب ہمیں ایک دوسرے کے قریب لائی اور ہمیں محبت اور خوشی کے لمحات بانٹنے کا موقع فراہم کیا۔ سارہ کی مہندی کی یہ تقریب ہمیشہ ہماری یادوں میں زندہ رہے گی اور ہم اس خوب صورت لمحے کو کبھی نہیں بھولیں گے۔

5. دیہاتی میلے کی روداد

دیہات کی زندگی کا اپنا ہی ایک حسن ہوتا ہے۔ ہر موسم کے ساتھ یہ حسن ایک نئے رنگ میں رنگ جاتا ہے اور ہر رنگ اپنے اندر ایک نئی خوشبو، ایک نئی لذت اور ایک نئی داستان لیے ہوتا ہے۔ حال ہی میں، مجھے ایک دیہاتی میلے میں شرکت کا موقع ملا جو میری زندگی کے خوش گوار تجربات میں سے ایک بن گیا۔ یہ میلہ میرے تاتا کے گاؤں میں منعقد ہوا تھا، جو پاکستان کے پنجاب کے ایک چھوٹے سے قصبے میں واقع ہے۔ جب میں وہاں پہنچا تو دیہات کی صبح کی روشنی اور تازہ ہوائ نے میرا استقبال کیا۔ دیہاتی میلے کا منظر کچھ یوں تھا جیسے رنگ برنگے پھولوں کی ایک بڑی سی چادر زمین پر بچھا دی گئی ہو۔ میلے کا آغاز صبح سویرے ہوا۔ مختلف دیہات سے لوگ اپنے اپنے تیار کردہ مصنوعات لے کر آ رہے تھے۔ وہاں دودھ، دہی، کھی، لسی اور مختلف قسم کے دیسی کھانے کے اسٹال لگے ہوئے تھے۔ ہر جگہ دیسی کھانوں کی خوشبو پھیل رہی تھی۔ خواتین اپنے گھر دیں میں تیار کردہ کپڑے، کڑھائی والے دوپٹے اور دیگر دست کاریوں کے ساتھ موجود تھیں۔ ان کے چہروں پر مسکراہٹ اور خوشی دیکھنے کے لائق تھی۔ بقول ناخ:

زندگی زندہ دل کا ہے نام مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

سب سے پہلے میں ایک اسٹال پر رکا جہاں دہی بڑے اور گول گپے دستیاب تھے۔ تازہ دہی اور مصالحے دار پانی نے میرے منہ میں پانی بھر دیا۔ اس کے بعد میں نے کچھ دیر وہاں موجود لوگوں کے ساتھ بات چیت کی اور دیہاتی لوگوں کی مہمان نوازی اور گرم جوشی کا تجربہ کیا۔ میلے کے ایک حصے میں بچوں کے لیے جھولے، بنو اور مختلف قسم کے کھیل بھی موجود تھے۔ بچوں کی خوشی اور ان کے چہروں پر مسکراہٹیں دیکھ کر مجھے اپنا بچپن یاد آ گیا۔ جھولوں پر بچوں کی قلقاریاں اور کھیلنے وقت ان کی مصروفیت نے ماحول کو اور بھی خوش گوار بنا دیا۔

بچوں کے چھوٹے ہاتھوں کو چاند ستارے چھونے دو چار کتابیں پڑھ کر یہ بھی ہم جیسے ہو جائیں گے

میلے کے مرکزی حصے میں ایک بڑی سی پنڈال لگی ہوئی تھی جہاں مختلف ثقافتی پروگرامز پیش کیے جا رہے تھے۔ وہاں روایتی موسیقی، بھنگڑا اور گیدا پر پروگرام تھے جنہوں نے سب کو محظوظ کیا۔ دیہاتی لوگ اپنے مقامی فن کاروں کی کارکردگی کو دیکھ کر جھوم رہے تھے اور ان کے ساتھ مل کر گانے گاتے تھے۔ یہ سب دیکھ کر میں نے محسوس کیا کہ ہمارے دیہات میں ثقافت اور فنون کا ایک خاص مقام ہے۔

ایک اور دلچسپ چیز جو میں نے میلے میں دیکھی وہ مختلف قسم کے مقابلے تھے۔ مثلاً دودھ دہی کی مقدار کا مقابلہ، کبڈی، کشتی اور نیل گاڑی کی دوڑ وغیرہ۔ میں نے نیل گاڑی کی دوڑ دیکھی جس میں دیہاتی لوگ اپنے بہترین نیلوں کو دوڑانے کے لیے لائے تھے۔ ان نیلوں کی تیزی اور طاقت دیکھ کر سبھی دنگ رہ گئے۔ میلے میں مختلف قسم کے روایتی کھانوں کے اسٹالز بھی موجود تھے جہاں پر ساگ، مکئی کی روٹی، سرسوں کا ساگ، میٹھے چاول اور حلوہ پوری جیسے مزے دار کھانے دستیاب تھے۔ میں نے بھی کچھ روایتی کھانے چکھے اور ان کی لذت نے مجھے بے حد متاثر کیا۔

میلے کا اختتام شام کے وقت ہوا۔ سورج ڈھل رہا تھا اور آسمان پر سرخ رنگ چھا رہا تھا۔ میلے کی رونقیں دھیرے دھیرے ختم ہو رہی تھیں لیکن دل میں اس دن کی یادیں ہمیشہ کے لیے بس گئی تھیں۔ دیہاتی لوگوں کی سادگی، محبت اور ثقافت نے میرے دل پر گہرا اثر چھوڑا تھا۔

یہ میلہ میرے لیے ایک یادگار تجربہ رہا۔ مجھے نہ صرف دیہاتی زندگی کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا بلکہ میں نے اپنے دیہات کی روایات اور ثقافت کو بہتر طریقے سے سمجھا۔ دیہاتی میلے جیسے مواقع ہمیں اپنی جڑوں سے جوڑتے ہیں اور ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ ہماری اصل پہچان کیا ہے۔ دیہاتی میلے کی اس روداد نے مجھے یہ احساس دلایا کہ دیہاتی زندگی کی سادگی اور خلوص ہی میں اصل خوشی ہے۔ یہ تجربہ میرے دل و دماغ پر ہمیشہ نقش رہے گا اور میں امید کرتا ہوں کہ مجھے قلم میں بھی ایسے مزید مواقع ملیں گے۔

6۔ یوم آزادی کی تقریب کی روداد

یوم آزادی کی تقریب کا انعقاد ہمیشہ جوش و خروش اور ولولے کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس سال، اسلام آباد کے پریذیڈنٹ گراؤنڈ میں ایک شاندار تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔ یہ تقریب نہ صرف آزادی کی خوشی منانے کے لیے تھی بلکہ اس کا مقصد قوم میں حب الوطنی اور اتحاد کے جذبات کو فروغ دینا بھی تھا۔ بقول

یہ دن وہ ہے جو تاریخ انقلاب بنا
لہو کا قطرہ زمیں پر گرا، گلاب بنا

تقریب کی تیاریاں کئی ہفتے پہلے سے شروع ہو گئی تھیں۔ پریذیڈنٹ گراؤنڈ کو رنگین جھنڈیوں، لائٹوں اور قومی پرچموں سے سجایا گیا تھا۔ پورا ماحول قومی جذبے سے بھرا ہوا تھا۔ تقریب کا آغاز صبح سویرے ہوا جب شہر کے مختلف حصوں سے لوگ بڑی تعداد میں پریذیڈنٹ گراؤنڈ پہنچنے لگے۔ گراؤنڈ کے داخلی دروازے پر اہل کے سخت انتظامات کیے گئے تھے تاکہ تقریب کو بحفاظت منعقد کیا جاسکے۔

صبح آٹھ بجے تقریب کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ پھر قومی ترانے کی دھن بجا گئی اور پورا ماحول احترام سے گونج اٹھا۔ اس کے بعد صدر مملکت اور دیگر اہم شخصیات کی آمد ہوئی۔ صدر پاکستان نے قومی پرچم لہرایا اور سلامی دی۔ اس لمحے پر سب کی آنکھوں میں وطن سے محبت اور فخر کی جھلک نظر آئی۔ پریذیڈنٹ گراؤنڈ پر قومی دستوں کے مارچ پاسٹ سے ہوا۔ مختلف فوجی دستوں نے نہایت منظم انداز میں مارچ کیا اور سلامی دی۔

فوجی دستوں کے بعد مختلف تعلیمی اداروں کے طلبہ و طالبات نے بھی مارچ پاسٹ میں حصہ لیا۔ بچوں نے قومی لباس پہن رکھا تھا اور ان کے چہروں پر ناز و شادمانی تھی۔ مارچ پاسٹ کے دوران فوجی بینڈ نے دلکش دھنیں بھائیں جنہوں نے تقریب کی رونق کو دوہلا کر دیا۔

اس کے بعد مختلف ثقافتی رقص اور مظاہرے پیش کیے گئے۔ بلوچستان، سندھ، پنجاب اور خیبر پختونخوا کی ثقافتوں کی نمائندگی کرتے ہوئے مختلف رقص پیش کیے گئے۔ یہ رقص نہایت خوب صورت اور دلکش تھے اور انہوں نے ملک کی ثقافتی تنوع کو اجاگر کیا۔ مختلف علاقوں کے روایتی لباس، موسیقی اور رقص نے مہک اور نگین بنادیا اور حاضرین نے دل کھول کر داد دی۔

تقریب کے دوران صدر پاکستان نے قوم سے خطاب کیا۔ انھوں نے اپنے خطاب میں یوم آزادی کی اہمیت اور قربانیوں کا ذکر کیا جو ہمارے بزرگوں نے آزادی حاصل کرنے کے لیے دی تھیں۔ انھوں نے کہا، ”ہمیں اپنی آزادی کی قدر کرنی چاہیے اور اسے برقرار رکھنے کے لیے مل جل کر کام کرنا چاہیے۔ اتحاد، ایمان اور نظم و ضبط ہمارا شعار ہونا چاہیے۔“ ان کے خطاب نے حاضرین کو حب الوطنی اور قومی خدمت کا جذبہ عطا کیا۔ انھوں نے جناب احمد ندیم قاسمی کے یہ اشعار پڑھ کر دلوں کو گرمادیا:

خدا کرے کہ مری ارضی پاک پر اترے وہ فصل گل جسے اندیشہ زوال نہ ہو
یہاں جو پھول کھلے وہ کھلا رہے برسوں یہاں خزاں کو گزرنے کی بھی مجال نہ ہو

صدر کے خطاب کے بعد مختلف تعلیمی اداروں کے طلبہ نے تقریریں کیں اور ملی نغمے پیش کیے۔ بچوں کی تقریروں نے سب کے دل جیت لیے۔ انھوں نے آزادی کی کہانیوں اور وطن کی محبت پر مبنی تقاریر کیں جنھوں نے حاضرین کو جذباتی کر دیا۔ ملی نغمے بھی نہایت جوش و خروش سے گائے گئے اور ان کی گونج پورے گراؤنڈ میں سنائی دی۔

تقریب میں ایک خاص پہلو شہدائے آزادی کی یاد میں پیش کی جانے والی تقریب بھی تھی۔ شہدائے آزادی کی قربانیوں کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے ایک خصوصی دستاویزی فلم دکھائی گئی جس میں شہداء کے خاندانوں کی کہانیاں اور ان کی قربانیاں شامل تھیں۔ یہ لمحات نہایت جذباتی تھے اور ہر ایک کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

تقریب کا اختتام آتش بازی کے شان دار مظاہرے سے ہوا۔ رات کے آسمان پر رنگ برنگی روشنیوں کا جادو بکھر گیا۔ آتش بازی نے تقریب کو ایک شان دار اختتام دیا اور ہر طرف خوشی کا ماحول بن گیا۔ بچوں، بڑوں اور بزرگوں نے اس منظر کا بھرپور لطف اٹھایا اور ایک دوسرے کو مبارک باد دی۔

یوم آزادی کی یہ تقریب نہ صرف ایک تفریحی موقع تھا بلکہ اس نے ہمیں اپنے وطن کی محبت اور قربانیوں کی یاد دلوائی۔ یہ تقریب ہمیں یاد دلاتی ہے کہ آزادی کی قدر کرنی چاہیے اور اپنے وطن کی خدمت کے لیے ہمیشہ تیار رہنا چاہیے۔ اس تقریب نے ہمیں ایک بار پھر یہ سبق دیا کہ ہم سب کو مل کر اپنے ملک کی ترقی کی راہوں پر گامزن کرنا ہے۔

دلوں میں عزم، نگاہوں میں زندگانی ہے تمام قوم مچلتی ہوئی جوانی ہے

یوں یہ تقریب اپنے اختتام کو پہنچی لیکن اس کی یادیں ہمیشہ ہمارے دلوں میں زندہ رہیں گی۔ ہمیں اپنے ملک کی آزادی پر فخر ہے اور ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم اس آزادی کی حفاظت کریں گے اور اپنے وطن کو مزید مضبوط اور خوش حال بنائیں گے۔ یوم آزادی کی یہ تقریب ہمارے دلوں میں حب الوطنی کے جذبات کو مزید تقویت دیتی ہے اور ہمیں اپنے وطن سے محبت اور وفاداری کا سبق سکھاتی ہے۔

7- ایک دلچسپ ہاکی میچ کی روداد

لاہور کے آزادی اسٹیڈیم میں ہاکی کا ایک دلچسپ اور سنسنی خیز مقابلہ منعقد ہوا۔ یہ میچ لاہور اور اسلام آباد کی ٹیموں کے درمیان تھا جو ہاکی کے شائقین دلوں کو گرمادینے والا تھا۔ دونوں ٹیمیں اپنے بھرپور جوش و خروش کے ساتھ میدان میں اتریں اور تماشاہنگوں کی ایک بڑی تعداد اس میچ کو دیکھنے کے لیے اسٹیڈیم موجود تھی۔

میچ کا آغاز دھوم دھام سے ہوا۔ پہلے ہاف میں دونوں ٹیمیں یکساں طور پر مقابلہ کرتی رہیں۔ لاہور کی ٹیم نے ابتدائی لمحوں میں ہی اپنے جارحانہ کھیل سب کو متاثر کیا۔ ان کے فارورڈز نے شان دار پاسز اور ڈرائیو کے ذریعے اسلام آباد کی دفاعی لائن کو بار بار چیلنج کیا۔ پہلے پندرہویں منٹ ہی میں لاہور کے کھلاڑی علی خان نے ایک زبردست ہٹ کے ذریعے گول کرنے کی کوشش کی، مگر اسلام آباد کے گول کیپر حسن احمد نے شان دار دفاع کرتے ہوئے گیند کو گواپسٹ سے دور کر دیا۔

اسلام آباد کی ٹیم بھی کسی سے کم نہ تھی۔ انھوں نے بھی اپنے حملوں سے لاہور کی دفاعی لائن کو مضبوط رکھا۔ اسلام آباد کے کپتان عارف زمان نے عملی سے اپنی ٹیم کو منظم رکھا۔ ان کی قیادت میں، اسلام آباد کے کھلاڑیوں نے بہترین تعاون کا مظاہرہ کیا۔ ایک موقع پر عارف زمان نے خوب صورت ڈرائیو کے ذریعے لاہور کی دفاعی لائن کو عبور کرتے ہوئے گول کی جانب بڑھنے کی کوشش کی، مگر لاہور کے دفاعی کھلاڑی عمران شاہ نے بروقت مداخلت کر کے گیند کو چھین لیا۔

میچ کا پہلا ہاف ختم ہوا تو اسکور صفر-صفر سے برابر تھا۔ دونوں ٹیمیں برابر تھیں، لیکن لاہور کے کھلاڑیوں میں تھوڑی جھکان نظر آنے لگی تھی، جب کہ اسلام آباد کی ٹیم نسبتاً تازہ دم دکھائی دے رہی تھی۔ وقت کے دوران، دونوں ٹیموں کے کوچز نے اپنے کھلاڑیوں کو حوصلہ افزائی کی اور نئی حکمت عملیاں وضع کیں۔ دوسرے ہاف کا آغاز ہوا تو میچ کا جوش و خروش اپنے عروج پر تھا۔ لاہور کی ٹیم نے اپنے کھیل میں مزید تیزی لاتے ہوئے، اسلام آباد کی دفاعی لائن پر دباؤ بڑھانا شروع کر دیا۔ پینتالیسویں منٹ میں، لاہور کے ڈیفینڈر عثمان بٹ نے ایک خوب صورت پاس دے کر علی خان کو گول کرنے کا موقع فراہم کیا۔ علی خان نے گیند کو کنٹرول کرتے ہوئے، شان دار ہٹ کے ذریعے بالآخر گول کر دیا۔ لاہور کے تماشاخیوں نے شور مچاتے ہوئے خوشی کا اظہار کیا اور میدان تالیوں سے گونج اٹھا۔

اسلام آباد کی ٹیم نے لاہور کے گول کا جواب دینے کے لیے اپنی حکمت عملی میں تبدیلی کی۔ انھوں نے مزید جارحانہ کھیل پیش کرتے ہوئے، لاہور کی دفاعی لائن پر مسلسل حملے شروع کر دیے۔ ساٹھویں منٹ میں، اسلام آباد کے فارورڈ فہیم عزیز نے ایک بہترین موو کے ذریعے گیند کو گول کی جانب بڑھایا اور لاہور کے گول کیپر و سیم علی کو چھما دیتے ہوئے ایک شان دار گول کیا۔ اس گول کے ساتھ ہی اسلام آباد کی ٹیم نے اسکور برابر کر دیا۔

میچ کی آخری دس منٹ انتہائی دلچسپ تھے۔ دونوں ٹیمیں جیت کے لیے بھرپور کوششیں کر رہی تھیں۔ لاہور کی ٹیم نے آخری لمحوں میں ایک اور گول کرنے کی کوشش کی، مگر اسلام آباد کی دفاعی لائن مضبوطی سے کھڑی رہی۔ اسی دوران، اسلام آباد کے کھلاڑیوں نے بھی کئی مواقع پیدا کیے، مگر لاہور کے گول کیپر نے بہترین دفاع کیا۔ لیکن آخر کار اسلام آباد کے کپتان عارف زمان ایک شاندار موو بتانے کے بعد گول کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اسلام آباد کے حمایتیوں نے آسمان سر پر اٹھالیا۔ کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔

آخر کار، میچ کا اختتام دو-ایک سے اسلام آباد کی فتح پر ہوا۔ لیکن دونوں ٹیموں کے کھلاڑیوں نے شان دار کھیل کا مظاہرہ کیا تھا اور تماشاخیوں کو خوب محظوظ کیا تھا۔ میچ کے بعد، دونوں ٹیموں کے کوچز اور کھلاڑیوں نے ایک دوسرے کو مبارکباد دی اور کھیل کی روح کو برقرار رکھا۔

یہ میچ نہ صرف لاہور اور اسلام آباد کی ٹیموں کے لیے یادگار رہا، بلکہ ہاکی کے شائقین کے لیے بھی ایک ناقابل فراموش تجربہ ثابت ہوا۔ اس میچ نے دونوں ٹیموں کے کھلاڑیوں کی مہارت اور جوش و خروش کو ظاہر کیا اور ہاکی کے کھیل کی خوب صورتی کو اجاگر کیا۔ لاہور کے آزادی اسٹیڈیم میں ہونے والا یہ مقابلہ اپنی طور پر ہاکی کے کھیل کی تاریخ میں ایک اہم مقام رکھے گا۔

8۔ میلاد النبی ﷺ کے جلوس کی روداد

میلاد النبی ﷺ کی مناسبت سے پورے ملک میں جوش و خروش کی لہر دوڑ گئی تھی۔ شہر کے مرکزی علاقوں میں میلاد النبی ﷺ کے جلوس کی تیاریاں اندرون و شہر سے جاری تھیں۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی مختلف مذہبی تنظیموں اور عوامی گروپوں نے جلوس کے انعقاد کی ذمہ داری لی تھی۔ شہر کی مشہور سڑکیں اور گلیاں چھنڈیوں، برقی قہقروں اور خوب صورت پینڈے سے سجائی گئیں تھیں۔ ہر طرف رنگ و نور کی پارش ہو رہی تھی اور لوگوں میں بے پناہ جوش و جذبہ پایا جا رہا تھا۔

اب کسی کو یہاں لکھ منزل نہیں آپ ہیں راہبر اور کیا چاہیے

نماز فجر کے بعد مرکزی مسجد میں ایک روح پرور محفل منعقد ہوئی، جس میں نعت خوانی اور درود و سلام پیش کیا گیا۔ علامہ نے میلاد النبی ﷺ کی اہمیت اور اس دن کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ مقررین نے نبی کریم ﷺ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر بات کی اور ان کے اسوۂ حسنہ کو لبتانے کی تلقین کی۔ خصوصاً بات پر زور دیا گیا کہ دنیا و آخرت کی فلاح صرف اور صرف اطاعت رسول ﷺ میں ہے۔ ایک عالم دین نے اس بات پر بھی زور دیا کہ محض عشق و محبت کا لہار کر دینا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے لیے عمل سب سے زیادہ ضروری ہے۔ انھوں نے اقبال کا شعر پڑھ کر دلوں کو گرمادیا:

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں عشق محمد سے اجالا کر دے

جلوس کا آغاز صبح کے وقت ہوا۔ مرکزی مسجد سے نکلنے والے جلوس میں لوگوں کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ لوگ جوق در جوق جلوس میں شامل ہو رہے تھے۔ شرکانے اپنے ہاتھوں میں بیروز، جھنڈیاں اور پھولوں کی پتیاں لے رکھی تھیں۔ نعت خوانی اور درود و سلام کی صدا ایں فضا میں گونج رہی تھیں۔ مختلف نعت خوان حضرات اپنے دل کش انداز میں نعتیں پڑھ رہے تھے، جنہیں سن کر دلوں میں عشق رسول ﷺ کی شمع روشن ہو رہی تھی۔

جلوس کی قیادت علامہ کرام اور مذہبی رہنما کر رہے تھے۔ ان کے پیچھے لوگوں کا ایک جم غفیر تھا جو نبی کریم ﷺ سے محبت کا اظہار کر رہا تھا۔ جلوس میں شامل بچے، نوجوان، بزرگ اور خواتین سبھی نے خوب صورت لباس پہن رکھے تھے۔ سب کے چہروں پر خوشی اور عقیدت کے آثار نمایاں تھے۔

راستے میں مختلف مقامات پر لوگوں نے جلوس کا استقبال کیا۔ گھروں کی چھتوں سے پھولوں کی پتیاں نچاؤ کی گئیں اور مٹھائیوں کی تقسیم کی گئی۔ جلوس کے راستے میں کئی مقامات پر عارضی سٹیج قائم کئے گئے تھے جہاں نعت خوانی اور تقاریر کا سلسلہ جاری تھا۔ راستے بھر میں موجود لوگ جلوس کے شرکا کو پانی اور شربت پیش کر رہے تھے۔ مختلف تنظیموں نے جگہ جگہ لنگر اور سیلوں کا اہتمام کیا تھا۔

جلوس کی ایک خاص بات یہ تھی کہ ہر سال کی طرح اس سال بھی اس میں مذہبی ہم آہنگی اور بھائی چارے کی فضا نمایاں تھی۔ دیگر مذاہب کے افراد بھی جلوس میں شریک تھے اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں امن و محبت کا پیغام دے رہے تھے۔ مختلف فرقوں کے لوگ ایک ہی صف میں کھڑے نبی کریم ﷺ کی محبت میں سرشار نظر آ رہے تھے۔

جلوس جب شہر کی مرکزی سڑک سے گزرا تو پولیس اور رضا کاروں نے بہترین انداز میں انتظامات سنبھال رکھے تھے۔ ٹریفک کو متبادل راستوں پر موڑ دیا گیا تھا تاکہ جلوس میں شامل افراد کو کسی قسم کی دقت کا سامانہ کرنا پڑے۔ انتظامیہ کی جانب سے سیکورٹی کے سخت انتظامات کئے گئے تھے تاکہ جلوس بخیر و عافیت اختتام پذیر ہو سکے۔

جلوس کے اختتام پر مرکزی میدان میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جلسے میں علامہ کرام نے نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے زور دیا کہ ہمیں نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کو اپنے عملی زندگی کا حصہ بنانا چاہیے۔ مقررین نے معاشرتی مسائل کا حل نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں تلاش کرنے کی تلقین کی۔ جلسے کے آخر میں دعا کی گئی جس میں ملکی سلامتی، ترقی اور خوش حالی کے لیے دعائیں کی گئیں۔ شرکانے نبی کریم ﷺ کے حضور درود و سلام پیش کیا اور اپنے دلوں میں نبی کریم ﷺ کی محبت کو مزید گہرا کیا۔

یہ میلاد النبی ﷺ کا جلوس نہ صرف ایک مذہبی تقریب تھی بلکہ ایک سماجی اور ثقافتی تقریب بھی تھی جس نے لوگوں کو آپس میں جوڑ دیا اور نبی کریم ﷺ کی محبت میں سب کو ایک کر دیا۔ اس جلوس نے لوگوں کے دلوں میں نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کی روشنی پھیلانی اور امن، محبت اور بھائی چارے کا پیغام عام کیا۔ اس جلوس کی یادیں طویل عرصے تک دلوں میں بسیں رہیں گی اور ہر سال نئے جوش و جذبے کے ساتھ اس کا انعقاد کیا جائے گا۔

9. ایک کتاب تقریب رونمائی کی روداد

مورخہ ۲۰ جون ۲۰۲۳ء کو لاہور کے المہراہل میں ایک خوب صورت اور روح پرور تقریب منعقد ہوئی جس کا مقصد ایک نئی کتاب "سیرت النبی ﷺ" کی رونمائی تھا۔ اس تقریب میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی۔ تقریب کا آغاز شام کے وقت ہوا اور پورا ہال عاشقان رسول ﷺ سے بھرا ہوا تھا۔

تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ قاری صاحب نے نہایت ہی خوب صورت انداز میں سورۃ الاحزاب کی آیات تلاوت کیں جن میں نبی کریم ﷺ کی شان بیان کی گئی تھی۔ اس کے بعد مشہور نعت خواں نے محبت بھری آواز میں نبی کریم ﷺ کی شان میں نعت پیش کی جس نے سامعین کے دلوں کو مسح کر دیا۔ تقریب کی میزبانی مشہور مذہبی اسکالر ڈاکٹر محمد حسین نے کی۔ انھوں نے شرکا کو خوش آمدید کہا اور تقریب کا مقصد بیان کیا۔ انھوں نے بتایا کہ یہ کتاب "سیرت النبی ﷺ" نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہے اور ان کی زندگی سے عملی نمونے فراہم کرتی ہے۔

کتاب کے مصنف، معروف اسلامی سکالر ڈاکٹر عبد الرحمن نے تقریب میں شرکت کی اور کتاب کی تخلیق کے پس منظر پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے بتایا کہ رب ان کی زندگی کا ایک اہم کارنامہ ہے جسے لکھنے میں انھیں کئی سال لگے۔ انھوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا آج دور کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ ڈاکٹر عبد الرحمن نے اس کتاب میں نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں، جیسے اخلاق، عبادات، معاملات اور فرائض کے حل پر تفصیلی بحث کی ہے۔

تقریب میں مختلف مہمانوں نے کتاب پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ مشہور اسلامی سکالر ڈاکٹر زاہد محمود نے کہا کہ اس کتاب نے نبی کریم ﷺ کی زندگی پر پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے جنہیں اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہ کتاب نہ صرف عام لوگوں کے لیے بلکہ طلبہ اور محققین کے لیے بھی ایک اہم حوالہ ہے۔ معروف ادیبہ اور اسلامی تاریخ کی ماہر محترمہ سعدیہ احمد نے بھی کتاب کی تعریف کی اور کہا کہ یہ کتاب نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کو سمجھنے اور عمل کرنے کی ایک بہترین کوشش ہے۔ انھوں نے کہا کہ مصنف نے انتہائی عمیق مطالعے اور تحقیق کے بعد یہ کتاب لکھی ہے جو ہر مسلمان کے لیے مشعل ہے۔ اقبال نے کہا تھا:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

تقریب کے دوران کتاب کے کچھ منتخب حصے بھی پڑھ کر سنائے گئے۔ ان حصوں میں نبی کریم ﷺ کی شفقت، رحمت، عدل و انصاف اور حسن سلوک اور ان کی اور ان سے کتاب کے حوالے سے سوالات پوچھے۔ ڈاکٹر عبد الرحمن نے خوش دلی سے سب کے سوالات کے جوابات دیے اور لوگوں کو نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر مزید مطالعہ کرنے کی ترغیب دی۔ تقریب کے اختتام پر ایک دعائیہ کلمات کہے گئے جس میں نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ پر کرنے اور اسے اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کی دعا کی گئی۔

کتاب ”سیرت النبی ﷺ“ کی یہ تقریب رونمائی ایک یادگار اور روحانی تجربہ ثابت ہوئی جس نے نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کی روشنی کو مزید لانے میں مدد دی۔ اس کتاب کی بدولت لوگوں کو نبی کریم ﷺ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو بہتر طریقے سے سمجھنے کا موقع ملا اور ان کی شخصیت سے عشق و محبت میں اضافہ ہوا۔ یہ تقریب نہ صرف علمی بلکہ روحانی لحاظ سے بھی کامیاب رہی اور اس کی یادیں طویل عرصے تک لوگوں کے دلوں میں زندہ رہیں گی۔

10۔ ایک سال گرہ پارٹی کی روداد

میرے چھوٹے بھائی حسین احمد کی ساتویں سال گرہ کی تقریب نہایت جوش و خروش سے منائی گئی۔ یہ تقریب لاہور کے ایک خوب صورت اور شاندار علاقے میں واقع ہمارے گھر پر منعقد ہوئی۔ میرے والدین نے اس تقریب کو یادگار بنانے کے لیے بہت محنت اور محبت سے انتظامات کئے تھے۔ ہمارا رنگ برنگ غباروں، چمچڑیوں اور روشنیوں سے سجایا گیا تھا، جو دور سے ہی خوشی اور محبت کی عکاسی کر رہا تھا۔

تقریب کا آغاز شام چار بجے ہوا جب حسین کے دوست اور رشتہ دار ایک ایک کر کے آنا شروع ہوئے۔ سب بچوں نے رنگ برنگے اور خوب صورت لباس پہن رکھے تھے، جنہوں نے تقریب کی رونق کو مزید بڑھا دیا تھا۔ والدین نے سب مہمانوں کا پر تپاک استقبال کیا اور ان کی خاطر تواضع کی۔ پہلا مرحلہ لالہ اور تفریحی سرگرمیوں کا تھا۔ میری والدہ نے بچوں کے لیے مختلف دلچسپ کھیلوں کا انتظام کیا تھا جن میں میوزیکل چیئرز، رسہ کشی اور گیند پھینکنے جیسے کھیل شامل تھے۔ بچے ان کھیلوں میں حصہ لیتے ہوئے بے حد خوش نظر آ رہے تھے۔ میرے والد، جو ایک ماہر فوٹو گرافر بھی ہیں، ہر خاص لمحے کی تصویر کشی کر رہے تھے۔ یہ یادیں ہمیشہ کے لیے محفوظ رہیں۔

کھیلوں کے بعد بچوں کے لیے کھانے پینے کا انتظام کیا گیا تھا۔ حسین کی پسندیدہ چیزوں کا خصوصی اہتمام کیا گیا تھا، جن میں پیزا، برگر، فرائز اور چپس شامل تھے۔ بچوں نے اپنی پسند کی چیزیں کھائیں اور خوب انجوائے کیا۔ اس کے بعد سب بچوں نے مل کر سال گرہ کا گیت گایا اور حسین کو سال گرہ کی مبارکباد

سال گرہ کا ایک کانٹے کا وقت آیا تو حسین کی خوشی ویدنی تھی۔ ایک ایک خوب صورت کارٹون تقسیم پر مبنی تھا، جو حسین کے پسندیدہ کارٹون کردار پر بنایا گیا تھا۔ حسین نے جب ایک کانٹا سب بچوں نے زور زور سے تالیاں بجاہیں اور خوشی کا اظہار کیا۔ ایک کانٹے کے بعد سب نے مل کر ایک کھایا اور حسین کی سال گرہ کی خوشی میں شریک ہوئے۔ تقریب کے اختتام پر والدین نے سب مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور بچوں کو تحائف دیے۔ والدین نے اس بات کا خاص خیال رکھا تھا کہ ہر بچے کو ایک خوب صورت اور یادگار تحفہ ملے، جسے وہ اپنے ساتھ لے جاسکے۔ بچوں نے تحائف حاصل کر کے بے حد خوشی کا اظہار کیا۔

تقریب کے دوران ہمارے دادا اور دادی بھی موجود تھے، جو اپنے پوتے کی سال گرہ پر بے حد خوش نظر آرہے تھے۔ انھوں نے حسین کو ڈھیروں دعاؤں دیں اور اس کی صحت اور خوشیوں کے لیے دعا کی۔ دادا نے ایک خوب صورت تقریر کی جس میں انھوں نے حسین کی خصوصیات اور اس کی معصومیت کی تعریف کی۔ دادا کی باتوں نے سب حاضرین کے دلوں کو چھو لیا۔

آخر میں، والد نے سب بچوں کو الوداع کہا اور ان کے والدین کا شکریہ ادا کیا کہ انھوں نے اس تقریب کو کامیاب بنانے میں حصہ لیا۔ حسین کی سال گرہ کی یہ تقریب نہ صرف حسین بلکہ اس کے دوستوں اور رشتہ داروں کے لیے بھی ایک یادگار موقع بن گئی۔ تقریب کے بعد ہم نے ساتھ بیٹھ کر تحائف کھولے اور ہر تحفے پر خوشی کا اظہار کیا۔ یہ حسین کی زندگی کا ایک خاص دن تھا جو ہمیشہ اس کی یادوں میں بے گاہ۔ والدین نے بھی اس دن کو یادگار بنانے کے لیے بھرپور محنت کی اور اس تقریب کو کامیاب بنانے پر فخر محسوس کیا۔ حسین کی سال گرہ کی یہ روداد ہماری زندگیوں میں ایک خوب صورت یادگار کے طور پر ہمیشہ محفوظ رہے گی۔

11۔ کالج کے جلسہ تقسیم انعامات کی روداد

لاہور کے گورنمنٹ کالج میں سالانہ جلسہ تقسیم انعامات کا انعقاد کیا گیا۔ یہ تقریب ہر سال کی طرح اس بار بھی نہایت جوش و خروش سے منائی گئی۔ کالج کے وسیع و عریض ہال کو رنگ برنگی جھنڈیوں، پھولوں اور روشنیوں سے سجایا گیا تھا، جو ایک پر جوش اور خوش گوار ماحول کی عکاسی کر رہا تھا۔ کالج کے طلبہ، اساتذہ، والدین اور معزز مہمان بڑی تعداد میں اس تقریب میں شریک ہوئے۔

تقریب کا آغاز صبح نو بجے تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ معروف قاری صاحب نے خوب صورت انداز میں قرآن پاک کی آیات کی تلاوت کی جس نے سامعین کے دلوں کو معطر کر دیا۔ اس کے بعد نعت خوانی کی گئی جس میں طلبہ نے نبی کریم ﷺ کی شان میں نعتیں پیش کیں۔ تقریب کی میزبانی کالج کے پرنسپل ڈاکٹر محمد علی کر رہے تھے۔ انھوں نے ابتدائی کلمات میں تمام مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور جلسے کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے کہا کہ یہ تقریب نہ صرف طلبہ کی محنت اور لگن کا اعتراف ہے بلکہ ان کی حوصلہ افزائی کا ذریعہ بھی ہے۔

پرنسپل صاحب کے خطاب کے بعد کالج کے سال بھر کی کارکردگی پر مبنی ایک مختصر ویڈیو دکھائی گئی۔ اس ویڈیو میں مختلف تعلیمی، ثقافتی اور کھیلوں کی سرگرمیوں کو دکھایا گیا۔ ویڈیو میں طلبہ کی محنت، اساتذہ کی رہنمائی اور کالج کی مجموعی ترقی کو خوب صورتی سے پیش کیا گیا۔ اس کے بعد کالج کے ممتاز طلبہ کی تعلیمی کارکردگی پر روشنی ڈالی گئی۔ سب سے پہلے میٹرک اور انٹر میڈیٹ کے امتحانات میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کو انعامات دیے گئے۔ کالج کے بہترین طالب علم علی رضا کو گولڈ میڈل اور تعریفی سند دی گئی۔ علی رضا نے اپنی تقریر میں اساتذہ اور والدین کا شکریہ ادا کیا اور اپنی کامیابی کو ان کی دعاؤں اور رہنمائی کا نتیجہ قرار دیا۔

کالج کے دیگر نمایاں طلبہ کو بھی انعامات دیے گئے۔ نمایاں طلبہ میں یاسر حسین، عمر جاوید اور محمد عبداللہ شامل تھے۔ ان طلبہ کو مختلف شعبوں میں اعلیٰ کارکردگی دکھانے پر انعامات دیے گئے۔ طلبہ نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کیا اور کہا کہ یہ انعامات ان کی محنت کا صلہ ہیں اور ان کے لیے مزید محنت کرنے کی تحریک ہیں۔

تعلیمی کارکردگی کے علاوہ، کھیلوں میں نمایاں کارکردگی دکھانے والے طلبہ کو بھی انعامات دیے گئے۔ کالج کی فٹ بال ٹیم نے حالیہ بین الاقوامی ٹورنامنٹ میں پہلی پوزیشن حاصل کی تھی۔ ٹیم کے کپتان زین العابدین نے اپنی ٹیم کی کامیابی کا راز ٹیم ورک اور سخت محنت کو قرار دیا۔ فٹ بال ٹیم کے علاوہ، کالج کی کرکٹ اور باسکٹ بال ٹیموں کو بھی ان کی شاندار کارکردگی پر انعامات سے نوازا گیا۔

منڈی سے واپسی پر، میں نے اپنی خریداری کو دیکھتے ہوئے ایک اطمینان محسوس کیا کہ ملنے بھر کے لیے تازہ سبزیاں اور پھل موجود ہیں۔ مگر نالی کر، میں نے سبزیوں اور پھلوں کو صحیح طریقے سے مخلوط کیا اور اپنے خاندان کے ساتھ منڈی کی دلچسپ روداد شیئر کی۔ سب نے میری خریداری کی تعریف کی اور منڈی جانے کے تجربے کو سراہا۔

اس دوران، میری والدہ نے بھی میری خریداری کی تعریف کی اور بتایا کہ میں نے واقعی معیاری سبزیاں اور پھل خریدے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ سبزی منڈی جانے کا تجربہ ہر کسی کو کرنا چاہئے تاکہ تازہ سبزیوں اور پھلوں کی پہچان اور خریداری کا ہنر سیکھا جاسکے۔ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ سبزی منڈی کی یہ رونق اور وہاں کے لوگوں کا محبت بھرا رویہ واقعی دل کو خوش کر دیتا ہے۔ یہ تجربہ نہ صرف مجھے معیاری سبزیوں اور پھلوں کی خریداری میں مددگار ثابت ہوا بلکہ منڈی کے ماحول اور وہاں کے لوگوں سے مل کر بہت کچھ سیکھنے کا موقع بھی ملا۔ یہ تجربہ ہمیشہ یادگار رہے گا اور آئندہ بھی سبزی منڈی جانے کی تحریک دے گا۔

13۔ ایک یادگار سفر کی روداد

کشمیر جسے زمین کی جنت کہا جاتا ہے، اپنی خوب صورتی اور دل کش مناظر کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ کشمیر کی ہر وادی اور ہر گاؤں اپنے اپنے اندر ایک الگ ہی حسن رکھتا ہے، مگر وادی نیلم کی سیر ایک ایسا تجربہ ہے جو ہمیشہ کے لیے دل و دماغ میں نقش ہو جاتا ہے۔ ہم دوستوں نے جون میں وادی نیلم کی سیر کا پروگرام بنایا اور یوں ہمیں اس جنت ارضی کی سیر کا موقع ملا۔ اس سفر کی داستان بیان کرتے ہوئے دل خوشی اور سکون سے بھر جاتا ہے۔

ہمارا سفر صبح سویرے لاہور سے شروع ہوا۔ موٹر روے سے سفر کرتے ہوئے اسلام آباد پہنچے۔ وہاں کچھ دیر قیام کے بعد ہم نے مظفر آباد کی طرف سفر جاری رکھا۔ مظفر آباد، آزاد کشمیر کا دار الحکومت، جہلم اور نیلم دریا کے سنگم پر واقع ہے۔ یہاں پہنچ کر ہم نے ایک ہوٹل میں قیام کیا جو دریائے نیلم کے کنارے پر واقع تھا۔ پھر کچھ وقت شہر کی رونق اور بازاروں کی سیر میں گزارا۔ مظفر آباد کا حسن، وہاں کے مقامی کھانے اور لوگوں کی مہمان نوازی نے ہمارے سفر کا آغاز خوب صورت بنا دیا۔

مظفر آباد سے ہمارا سفر دواریاں کی طرف ہوا، جو وادی نیلم کا ایک خوب صورت قصبہ ہے۔ راستے میں ہم نے کیرن میں کچھ دیر قیام کیا۔ کیرن بہت خوب صورت قصبہ ہے۔ جو آزاد اور مقبوضہ کشمیر میں تقسیم ہے۔ پھر دواریاں پہنچ کر ہم نے ایک ہوٹل میں قیام کیا جو رتی گلی روڈ پر واقع تھا۔ یہاں ہم نے رات قیام کیا اور صبح سویرے یہاں سے ہم نے رتی گلی جھیل کی طرف روانگی کی تیاری کی۔

دواریاں سے رتی گلی جھیل تک کا سفر جیپ کے ذریعے طے کیا جاتا ہے، جو تقریباً ۱۹ کلومیٹر ہے۔ یہ سفر کچھ دشوار ضرور تھا، مگر راستے میں نظر آنے والے مناظر، سرسبز وادیاں اور بہتی ندیاں سب کچھ بھلا دیتی ہیں۔ جیپ بیس کیپ تک جاتی ہے۔ اس سے آگے آدھے گھنٹے کا پیدل ٹریک ہے۔ رتی گلی جھیل کی خوب صورتی بیان سے باہر ہے۔ برف سے ڈھکی پہاڑیوں کے درمیان واقع یہ جھیل نیلے پانی کی بدولت جنت کا ایک ٹکڑا معلوم ہوتی ہے۔

دواریاں اور رتی گلی جھیل کی سیر کے بعد اگلے دن ہم شاردہ پہنچے، جو وادی نیلم کا ایک تاریخی قصبہ ہے۔ شاردہ کا سب سے مشہور مقام شاردہ یونیورسٹی کے قدیم کھنڈرات ہیں۔ یہاں پہنچ کر ہم نے ان کھنڈرات کا دورہ کیا اور اس قدیم علم و دانش کے مرکز کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ شاردہ کا ماحول اور وہاں کے مقامی لوگوں کی مہمان نوازی نے ہمیں بہت متاثر کیا۔ شاردہ میں دریائے نیلم کے کنارے بیٹھ کر اس کی پرسکون لہروں کی آواز سنتے ہوئے وقت گزارنا ایک بہترین تجربہ تھا۔ دریائے نیلم جو کیرن سے پہلے بھرا ہوا نظر آتا تھا، یہاں بہت پرسکون اور ٹھہرا ہوا دکھائی دیتا تھا۔

شاردہ کے بعد ہمارا اگلا پڑاؤ کیل تھا، جو وادی نیلم کا ایک اہم قصبہ ہے۔ کیل تقریباً ۱۵۰ میٹر کی بلندی پر واقع ہے اور یہاں کا موسم زیادہ تر ٹھنڈا رہتا ہے۔ راستے میں ہم نے پہاڑوں، جنگلات اور خوب صورت آبشاروں کا نظارہ کیا۔ کیل پہنچنے پر وہاں کے خوب صورت مناظر اور ٹھنڈی ہوائ نے ساری تھکاوٹ دور کر دی۔ ہم نے ایک مقامی ہوٹل میں قیام کیا اور رات کو نیلم دریا کے کنارے چھل قدمی کی۔

صبح کیل سے روانہ ہو کر ہم اڑنگ کیل پہنچے، جو وادی نیلم کا ایک خوب صورت گاؤں ہے۔ یہاں تک پہنچنے کے لیے پہلے ایک ڈولی میں سفر کرنا پڑا اور پھر کچھ فاصلہ پیدل طے کرنا پڑا، جو ایک دلچسپ تجربہ تھا۔ راستے میں جنگلات، چشمے اور خوب صورت مناظر نے سفر کو بہت خوش گوار بنا دیا۔ اڑنگ کیل پہنچنے پر وہاں کی سادگی اور قدرتی حسن نے دل موہ لیا۔ گاؤں کے مکین بہت مہمان نواز تھے اور ہم نے وہاں کے مقامی کھانے اور روایتی زندگی کا بھرپور لطف اٹھایا۔ سارا دن اڑنگ کیل میں گزارنے کے بعد ہم واپس کیل اپنے ہوٹل میں پہنچ گئے۔

اگلے دن صبح صبح ہم نے تاؤ بٹ کا رخ کیا، جو وادی نیلم کا آخری قصبہ ہے اور اپنی قدرتی خوب صورتی کے باعث جنت نظیر مقام کہلاتا ہے۔ تاؤ بٹ تک پہنچنے کا سفر کافی دشوار تھا مگر یہاں کے مناظر نے ساری تھکاوٹ ختم کر دی۔ بلند و بالا پہاڑ، سرسبز وادیاں اور نیلم دریا کا صاف شفاف پانی، سب کچھ اتنا دلکش تھا کہ ہم نگاروں میں کھو گئے۔ تاؤ بٹ کے مقامی لوگوں کی سادگی اور مہمان نوازی نے دل موہ لیا۔ یہاں ہم نے سارا دن گزارا اور قدرت کی خوب صورتی کو خوب انجوائے کیا۔ تاؤ بٹ سے واپسی پر ہم نے پھر سے وہی مناظر دیکھے جو ہمیں وہاں تک لے آئے تھے۔ ہر جگہ کی یادیں اور وہاں کے لوگوں کی محبت ہمارے دلوں میں بی رہی۔ یہ سفر نہ صرف قدرت کی خوب صورتی کا تجربہ تھا بلکہ یہ ہمیں زندگی کی حقیقتوں سے بھی روشناس کر گیا۔ وادی نیلم کی سیر ایک ایسا تجربہ تھا جو ہمیشہ یادگار رہے گا اور دل میں ہمیشہ کے لیے بس جائے گا۔

وادی نیلم کی یہ سیر ہماری زندگی کا ایک یادگار تجربہ تھا۔ قدرت کے حسین مناظر، لوگوں کی محبت اور سادگی اور ہر مقام کی منفرد خوب صورتی نے اس سفر کو ہمیشہ کے لیے دل و دماغ میں نقش کر دیا۔ اس سفر نے ہمیں نہ صرف کشمیر کی خوب صورتی سے روشناس کرایا بلکہ زندگی کے اصل معنی بھی سمجھا دیے۔

14۔ ہسپتال میں مریض کی عیادت: ایک روداد

ہسپتال میں مریض کی عیادت کرنا ایک اہم ذمہ داری ہے جو نہ صرف مریض کو حوصلہ دیتی ہے بلکہ اس کے ساتھ ہمارا انسانی اور اخلاقی رشتہ بھی مضبوط کرتی ہے۔ میرا ایک قریبی دوست احمد حال ہی میں ایک حادثے کا شکار ہوا اور اسے ہسپتال میں داخل ہونا پڑا۔ یہ خبر سنتے ہی میں نے اس کی عیادت کرنے کا ارادہ کیا۔ ہسپتال پہنچتے ہی ایک عجیب سا احساس ہوا۔ ہر طرف خاموشی تھی، مگر اس خاموشی میں بھی ایک شور تھا۔ مریضوں کے کمروں سے آنے والی مختلف آلات کی آوازیں، نرسوں کی چلنے پھرنے کی ہلکی ہلکی چاپ اور کہیں کہیں مریضوں کی مددگار آہیں اس ماحول کو زندہ بنا رہی تھیں۔ استقبال پر موجود نرس نے مجھے احمد کے کمرے کی راہ دکھائی۔

احمد کے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے میرے دل میں مختلف خیالات آرہے تھے۔ کیا احمد ٹھیک ہو گا؟ اس کی حالت کیسی ہو گی؟ میں نے خود کو حوصلہ دیا اور اس کے کمرے کی طرف بڑھتا رہا۔ جب میں احمد کے کمرے کے دروازے پر پہنچا، تو ایک لمحے کے لیے رک گیا اور گہرا سانس لیا۔ دروازہ کھولتے ہی میری نظر احمد پر پڑی جو بستر پر نیم دراز تھا۔ اس نے میری طرف دیکھا اور ایک کمزوری مسکراہٹ اس کے چہرے پر بکھر گئی۔ اس کی آنکھوں میں درد کی جھلک تھی مگر اس کے چہرے پر ایک عجیب سی سکون تھا۔ میں نے اس کے قریب جا کر اس کا ہاتھ تھاما اور اسے سلام کیا۔ احمد نے مجھے دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا اور کہا: ”تمہاری آمد نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔“

احمد کی حالت کافی نازک تھی۔ اس کے جسم پر چوٹوں کے نشانات واضح تھے اور اس کا ایک ہاتھ پلستر میں لپٹا ہوا تھا۔ وہ کافی کمزور نظر آ رہا تھا، مگر اس کی آنکھوں میں امید کی کرنیں تھیں۔ احمد نے بتایا کہ ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ وہ جلد صحت یاب ہو جائے گا، مگر ابھی اسے آرام کی ضرورت ہے۔ میں نے احمد کے بستر کے قریب کرسی پر بیٹھ کر اس سے بات چیت شروع کی۔ اس نے حادثے کے بارے میں بتایا کہ کیسے ایک موٹر سائیکل سوار بے قابو ہو کر اس کی گاڑی سے ٹکرا گیا تھا۔ ہم نے کچھ دیر بات چیت کی اور پرانی یادوں کو تازہ کیا۔ میں نے احمد کو بتایا کہ سب دوست اس کی جلد صحت یابی کے لیے دعا گو ہیں۔ احمد نے کہا کہ ہسپتال کا عملہ بہت خیال رکھ رہا ہے اور ڈاکٹروں نے اس کا بہترین علاج کیا ہے۔ میں نے اسے حوصلہ دیا اور کہا کہ ہم سب اس کے ساتھ ہیں اور جلد ہی وہ ٹھیک ہو کر ہمارے ساتھ ہو گا۔ ہم نے کالج کے دلوں کی باتیں کیں، جب ہم دونوں دوست مل کر خوب ہنسی مذاق کیا کرتے تھے۔ ان یادوں نے احمد کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھیر دی۔ میں احمد کے لیے ایک پھولوں کا گلہ دستہ اور اس کے پسندیدہ موضوع پر کتاب لایا تھا۔ احمد نے خوشی سے ان تحائف کو قبول کیا اور کہا کہ یہ اس کے لیے بہت اہم ہیں۔ میں نے اس کے لیے دعا کی اور اس کے صحت یابی کی تمنا کی۔ احمد نے بتایا کہ کتابیں پڑھنا اس کا پسندیدہ مشغلہ ہے اور وہ ہسپتال میں وقت گزارنے کے لیے کتابیں پڑھ رہا ہے۔ میں نے اسے کتاب کے بارے میں کچھ بتایا اور کہا کہ یہ کتاب اس کے لیے بہت مفید ثابت ہو گی۔

احمد سے رخصت لیتے ہوئے دل میں ایک عجیب سی کیفیت تھی۔ ایک طرف اس کی حالت دیکھ کر دل غمگین تھا، مگر دوسری طرف اس کی اہمیت اور حوصلے نے دل کو تقویت دی۔ میں نے اسے کہا کہ میں جلد ہی دوبارہ اس کی عیادت کرنے آؤں گا۔ احمد نے میرے ہاتھ کو مضبوطی سے تھاما اور کہا: ”تمہاری دعاؤں

اور محنت میرے لیے بہت اہم ہیں۔ "ہسپتال میں عیادت کے بعد میں نے احمد کے خاندان سے بھی ملاقات کی اور ان کی تحریرات دریافت کی۔ احمد کی والدہ نے بتایا کہ دو دن رات اس کی صحت یابی کے لیے دعاگو ہیں اور ہسپتال کا عملہ بہت تعاون کر رہا ہے۔ میں نے ان کو تسلی دی اور کہا کہ احمد جلد ہی ٹھیک ہو جائے گا۔

ہسپتال میں مریض کی عیادت کا یہ تجربہ بلا صرف دل کو تقویت دینے والا تھا بلکہ اس نے مجھے یہ بھی سکھایا کہ مشکل وقت میں ہمارے پیاروں کے ساتھ ہونا کتنا اہم ہے۔ احمد کی صحت اور اس کے چہرے پر کھڑی مسکراہٹ نے مجھے یہ سبق دیا کہ زندگی کی مشکلات کو صحت اور حوصلے سے جیتا جاسکتا ہے۔ ہسپتال کی یہ عیادت میرے لیے ایک یادگار تجربہ رہی جو ہمیشہ دل میں بسی رہے گی۔

15. کالج میں پہلادن: ایک یادگار زوداد

کالج میں داخلہ لینے کا خواب ہر طالب علم کے دل میں بسا ہوتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سے زندگی کا ایک نیا سفر شروع ہوتا ہے۔ علم کے ساتھ ساتھ شخصیت کی تعمیر بھی ہوتی ہے۔ اسی لیے میرے لیے بھی یہ دن بہت اہم تھا، کیوں کہ یہ میری زندگی کے ایک نئے مرحلے کا آغاز تھا۔

کالج کے گیٹ پر پہنچنے ہی دل میں ایک عجیب سی خوشی اور جوش کی لہر دوڑ گئی۔ کالج کی عمارت بہت بڑی اور خوب صورت تھی۔ ہر طرف ہریالی اور باغیچے اس کی خوب صورتی میں مزید اضافہ کر رہے تھے۔ گیٹ کے باہر طلبہ کی بھیڑ دیکھ کر دل میں ایک نیا جوش پیدا ہوا۔ کبھی نئے چہرے، خوشی اور امید سے بھرے ہوئے تھے۔

کالج میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے استقبالیہ کی طرف رخ کیا۔ وہاں کچھ سینئر طلبہ نے ہمیں خوش آمدید کہا اور ہماری رہنمائی کی۔ رجسٹریشن کا عمل کافی منظم اور آسان تھا۔ ہمیں اپنے اپنے شعبوں کی طرف بھیجا گیا جہاں ہمارے کلاسز اور اساتذہ کی معلومات دی گئی۔ میں نے کمپیوٹر سائنس کے شعبے میں داخلہ لیا تھا، اس لیے مجھے کمپیوٹر سائنس کے شعبے کی طرف بھیجا گیا۔

میری پہلی کلاس کمپیوٹر سائنس کی تھی۔ کلاس روم میں داخل ہوتے ہی دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ کلاس روم میں داخل ہوتے ہی ایک خوش گو اور احساس ہوا۔ کلاس روم بہت وسیع اور جدید سہولیات سے مزین تھا۔ طلبہ ایک دوسرے سے متعارف ہو رہے تھے اور ایک دوستانہ ماحول بن رہا تھا۔ ہماری پہلی کلاس کے استاد پروفیسر سمیل بہت خوش اخلاق تھے۔ انھوں نے ہم سب کا تعارف کرایا اور اپنے بارے میں بھی بتایا۔ پروفیسر احمد نے کمپیوٹر سائنس کے بنیادی اصولوں پر ایک تعارفی لیکچر دیا اور ہمیں بتایا کہ یہ سفر کتنا دلچسپ اور چیلنجنگ ہو گا۔

دوسرا لیکچر اردو کا تھا۔ ہمارے اردو کے استاد پروفیسر عرفان پاشا تھے۔ وہ بہت خوش مزاج اور عالم آدمی تھے۔ انھیں اردو کے علاوہ فارسی اور عربی پر بھی مہارت حاصل تھی۔ ان کا پڑھانے کا انداز بے حد دلچسپ تھا۔ انھوں نے پہلے دن ہی ہمیں اردو زبان کا گرویدہ بنادیا اور ہم ان سے مزید پڑھنے کے لیے بے چین ہو گئے۔

سیلے سے ہواؤں میں جو خوشبو گھول سکتے ہیں ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جو اردو بول سکتے ہیں

دوسری کلاس کے بعد ہمیں بریک ملی۔ بریک کے دوران میں نے کچھ نئے دوست بنائے۔ سبھی طلبہ اپنے اپنے تجربات اور خوابوں کے بارے میں بات کر رہے تھے۔ میں نے علی، شہریار اور حبیب سے بات چیت کی جو میرے قریب بیٹھے تھے۔ ہم نے مل کر کمپیوٹر کی سیر کی اور مختلف جگہوں کا جائزہ لیا۔ کالج کی لا بھری، کیٹے میرا اور سپورٹس کمپلیکس دیکھ کر ہمیں بہت خوشی ہوئی۔

بریک کے بعد باقی کلاسز کا آغاز ہوا۔ ان کلاسز میں مختلف موضوعات پر لیکچر ہوئے اور اساتذہ نے ہمارے سوالات کے جوابات دیے۔ ہر لیکچر کے بعد ہمیں مختلف موضوعات پر مباحثے کرنے کا موقع ملا۔ ان مباحثوں نے نہ صرف ہماری علمی قابلیت میں اضافہ کیا بلکہ ہمیں ایک دوسرے کے خیالات کو سمجھنے کا بھی موقع دیا۔ ہر استاد کے پڑھانے کا انداز منفرد اور دلچسپ تھا۔

کالج کی لا بھری کا دورہ ایک بہت دلچسپ تجربہ تھا۔ لا بھری بہت وسیع اور مختلف موضوعات پر کتابوں سے بھری ہوئی تھی۔ میں نے کچھ کتابیں چنیں اور پڑھنے کا ارادہ کیا۔ لا بھری میں مطالعہ کرنے کا ماحول بہت پرسکون اور آرام دہ تھا۔ یہاں بیٹھ کر پڑھنے کا ایک الگ ہی مزہ تھا۔ کالج کے کیٹے میرا میں لگا

ایک کے دوران میں نے نئے دوستوں کے ساتھ کھانا کھایا۔ کیفے میرا میں مختلف اقسام کے کھانے دستیاب تھے۔ ہم نے مل کر کھانا کھایا اور ایک دوسرے کے ساتھ قریب ہوئے۔ سبھی دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنا اور ہنسنا بہت خوش گوار تجربہ تھا۔

پھر ہمیں سپورٹس کپلیکس میں جانے کا موقع ملا۔ میں نے اور میرے دوستوں نے مل کر کرکٹ اور فٹ بال کھیلے۔ کھیلوں کی سرگرمیوں نے دن کی حالت کو دور کر دیا اور ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع ملا۔ سپورٹس کپلیکس میں مختلف کھیلوں کے لیے جدید سہولیات موجود تھیں اور یہ بہت خوش گوار گزرا۔ کالج کے پہلے دن کا اختتام بہت خوش گوار تھا۔ ہم سب دوستوں نے مل کر پورے دن کے تجربات کا تبادلہ کیا اور ایک دوسرے کے رنج و غب اُسی مذاق کیا۔

کالج کے پہلے دن نے میرے دل میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا کیا۔ یہ دن نہ صرف میرے تعلیمی سفر کا آغاز تھا بلکہ دوستوں کے ساتھ نئی یادوں کا بھی آغاز تھا۔ میں نے نہ صرف نئی چیزیں سیکھیں بلکہ نئے دوست بھی بنائے۔ یہ دن ہمیشہ کے لیے میرے دل میں ایک خاص مقام رکھے گا اور مجھے ہمیشہ یاد رہے گا کہ یہ مرحلہ میں نے اپنے کالج کی زندگی کا آغاز کیا۔

16۔ یوم اقبال کی تقریب کی روداد

یوم اقبال ہر سال ۹ نومبر کو پورے ملک میں بڑے جوش و خروش سے منایا جاتا ہے۔ اس دن کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے ہمارے کالج میں بھی ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ یہ تقریب علامہ محمد اقبال کی شخصیت، ان کی شاعری اور ان کے فلسفے کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے منعقد کی گئی تھی۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے جن میں دیدہ ور پیدا

تقریب کی تیاری کئی دن پہلے سے شروع ہو گئی تھی۔ طلبہ اور اساتذہ نے مل کر اس تقریب کو کامیاب بنانے کے لیے خوب محنت کی۔ ہال کو خوب صورتی سے سجایا گیا، جس میں علامہ اقبال کے اقوال اور تصاویر شامل تھیں۔ سٹیج پر علامہ اقبال کی تصویریں، کتابیں اور ان کے مشہور اشعار کی بینرز لگائے گئے تھے۔ طلبہ نے نئے اور تقاریر کی تیاری کی تھی تاکہ وہ اس دن کو خاص بنا سکیں۔

تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، جس نے فضا کو روحانیت سے بھر دیا۔ اس کے بعد قومی ترانہ پیش کیا گیا، جس میں تمام شرکاء نے جوش و خروش سے حصہ لیا۔ تقریب کے میزبان نے سب کو خوش آمدید کہا اور یوم اقبال کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

اس تقریب کے مہمان خصوصی ہمارے کالج کے پرنسپل تھے۔ انھوں نے اپنے خطاب میں علامہ اقبال کی زندگی اور ان کے کارناموں پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے کہا کہ علامہ اقبال نہ صرف ایک عظیم شاعر تھے بلکہ ایک عظیم مفکر اور فلسفی بھی تھے۔ ان کی شاعری نے ہمیں خواب دیکھنے اور ان خوابوں کو حقیقت بنانے کی ترغیب دی۔ انھوں نے طلبہ کو نصیحت کی کہ وہ علامہ اقبال کے افکار کو اپنی زندگی میں اپنائیں اور ملک و قوم کی خدمت کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔ خود اقبال نے کہا تھا:

جہاں اس کی فضا میں کر نصیب اپنا
جہاں تازہ مری آو صبح گاہ میں ہے

اس کے بعد طلبہ نے علامہ اقبال کی زندگی اور ان کے کارناموں پر تقاریر پیش کیں۔ ہر تقریر میں اقبال کی شاعری، ان کے فلسفے اور ان کی خدمات کا ذکر کیا گیا۔ طلبہ نے بڑے جوش و خروش سے اپنی تقاریر پیش کیں اور سامعین کو متاثر کیا۔ ایک طالب علم نے "ہکودہ" اور "جواب ہکودہ" کے کچھ حصے سنائے، جس سے حاضرین ایک عجب سا جوش پیدا ہو گیا۔ طلبہ نے اقبال کی شاعری کی گہرائی اور ان کے پیغامات کو بہت خوب صورتی سے بیان کیا۔ خصوصاً "جواب ہکودہ" کے آخری حصے کو ہر دل کو تڑپا دیا:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

تقاریر کے بعد طلبہ نے ملی نغمے اور علامہ اقبال کی نظمیں پیش کیں۔ "ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن" اور "لب پہ آتی ہے دعا بن کے تنہا میری" جیسے مشہور نغمے پیش کیے گئے۔ ان نغموں نے تقریب کو اور بھی خوب صورت بنا دیا اور سب کے دلوں میں جوش و جذبہ پیدا کر دیا۔ طلبہ نے اپنی خوب صورت آوازوں میں اقبال کی نظمیں پیش کیں اور حاضرین کو محظوظ کیا۔

تقریب میں ایک مختصر ڈرامہ بھی پیش کیا گیا، جس کا موضوع علامہ اقبال کی زندگی کے اہم واقعات پر مبنی تھا۔ اس ڈرامے میں اقبال کے بچپن، نوجوانی اور ان کی علمی و ادبی خدمات کو پیش کیا گیا۔ طلبہ نے بہت محنت سے اس ڈرامے کی تیاری کی تھی اور ان کی اداکاری نے سب کو متاثر کیا۔ ڈرامے کے ذریعے اقبال کی شخصیت کی مختلف جہات کو بہت خوب صورتی سے پیش کیا گیا۔

تقریب کے اختتام پر کانچ کے ایک سینئر استاد نے دعا کرائی اور علامہ اقبال کی روح کے ایصالِ ثواب کے لیے دعا کی۔ انھوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اقبال کے افکار کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آخر میں، کانچ کے پرنسپل نے سب کا شکریہ ادا کیا اور تقریب کے کامیاب انعقاد پر طلبہ اور اساتذہ کی محنت کو سراہا۔

یومِ اقبال کی یہ تقریب ایک یادگار دن تھا۔ اس تقریب نے ہمیں علامہ اقبال کی زندگی، ان کے کارناموں اور ان کے فلسفے سے روشناس کرایا۔ اس دن نے ہمیں یہ سبق دیا کہ ہمیں اپنے ملک و قوم کے لیے کچھ کرنا چاہیے اور اقبال کے خوابوں کو حقیقت بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس تقریب کی یادیں ہمیشہ ہمارے دلوں میں زعمور رہیں گی اور ہمیں اقبال کے افکار پر عمل کرنے کی ترغیب دیتی رہیں گی۔

17۔ ایک کرکٹ میچ کی روداد

جب سے پاکستان اور انڈیا کے درمیان کرکٹ میچ کا اعلان ہوا تھا، پورا شہر کرکٹ کے جنون میں مبتلا تھا۔ یہ میچ ہماری قومی ٹیم اور روایتی حریف ٹیم کے درمیان تھا جس کی اہمیت حفاظ میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ پاکستان اور انڈیا کے درمیان کرکٹ میچ ہمیشہ ہی سے انتہائی دلچسپی اور جذبات کا محور رہا ہے۔ ہم سب دوستوں نے مل کر اس بڑے میچ کو دیکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ قدانی اسٹیڈیم لاہور میں کھیلا جانے والا یہ میچ بھی انہی جذبات اور جوش و خروش سے بھرپور تھا۔ ایک سنسنی خیز مقابلے کے بعد پاکستان نے یہ میچ جیت کر اپنے ملاحوں کو خوشی سے جھومنے پر مجبور کر دیا۔

ہم نے ٹکٹ پہلے سے خرید رکھے تھے لیکن پھر بھی سیکورٹی کے تمام لوازمات پورے کرتے ہوئے دو گھنٹے لگ گئے۔ اندر داخل ہو کر اپنی نشست تک پہنچے تو ایک دم شور مچ گیا۔ خبر ہوئی کہ دونوں ٹیم کے کپتان ٹاس کے لیے میدان میں اتر چکے ہیں۔ ان کے ساتھ دونوں ایمپائر بھی تھے۔ اس طرح میچ کا آغاز پاکستانی کپتان بابر اعظم اور انڈین کپتان ویرات کوہلی کے درمیان ٹاس سے ہوا۔ ٹاس انڈیا نے جیتا اور پہلے بیٹنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔ پاکستانی بالرز کے لیے یہ ایک چیلنجنگ صورت حال تھی کیوں کہ انڈین بولرز ہمیشہ سے اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے آئے ہیں۔

انڈیا کی جانب سے اوپنرز روہت شرما اور شیکھر دھون نے اننگز کا آغاز کیا۔ دونوں نے محتاط انداز میں کھیلتے ہوئے رنز بنانا شروع کیے۔ مگر پاکستانی فاسٹ بالر شہین شاد آفریدی نے اپنی برق رفتاری سے جلد ہی روہت شرما کو بولڈ کر دیا۔ اس کے بعد ویرات کوہلی کریز پر آئے اور دھون کے ساتھ مل کر سکور آگے بڑھانا شروع کیا۔ دھون نے اپنی نصف سنچری مکمل کی لیکن پاکستانی اسپنر شاداب خان نے اپنی گیند پر انھیں کیچ آؤٹ کر دیا۔ ویرات کوہلی نے بھی جارحانہ کھیل پیش کیا اور اپنے ۳۸ رنز بنا کر حسن علی کی گیند پر کیچ آؤٹ ہو گئے۔ بعد کے بولرز کچھ زیادہ اچھی کارکردگی نہیں دکھاسکے۔ اس طرح انڈیا نے مقررہ ۱۰ اوورز میں ۶ وکٹوں کے نقصان پر ۱۶۵ رنز بنائے۔

پاکستان کی طرف سے اوپننگ کرنے کے لیے بابر اعظم اور محمد رضوان کریز پر آئے۔ دونوں نے شاندار بیٹنگ کا مظاہرہ کرتے ہوئے ٹیم کو مضبوط بنایا۔ فرائم کی۔ بابر اعظم نے اپنی نصف سنچری مکمل کی اور ان کے ساتھ رضوان نے بھی جیزی سے رنز بنائے۔ انڈین بالر نے کوشش کی کہ پاکستانی بولرز کو دباؤ میں لایا جائے، مگر بابر اور رضوان کی جوی نے انھیں کامیاب نہ ہونے دیا۔ بابر اعظم ۶۵ رنز بنا کر بومرہ کی گیند پر بولڈ ہو گئے۔ ان کے بعد فخر زمان کریز پر آئے اور رضوان کے ساتھ مل کر سکور کو مزید آگے بڑھایا۔

میچ کا فیصلہ کن لمحہ تب آیا جب آخری دو اوورز میں پاکستان کو جیت کے لیے ۲۰ رنز درکار تھے۔ رضوان اور فخر زمان نے نئی تلی بیٹنگ کرتے ہوئے سکور کو آگے بڑھایا۔ آخری اوور میں پاکستان کو جیت کے لیے ۱۰ رنز کی ضرورت تھی۔ رضوان نے پہلے ہی گیند پر چھکا مار کر دباؤ کم کیا اور پھر باقی رنز آسانی سے پورے کرتے ہوئے ٹیم کو فتح دلانی۔

ٹیل ڈسکشن کے بعد سوال و جواب کا سیشن ہوا جس میں طلبہ نے بڑے جوش و خروش سے حصہ لیا۔ طلبہ نے ماہرین سے مختلف موضوعات پر سوالات کیے، جن میں حقوق نسواں، مذہبی آزادی، اور آزادی اظہار شامل تھے۔ ماہرین نے تفصیلی اور جامع جوابات دیے اور طلبہ کی معلومات میں اضافہ کیا۔

سینار کے اختتام پر وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر عرفان روق نے اپنے اختتامی کلمات پیش کیے۔ انھوں نے سینار کے کامیاب انعقاد پر تنظیمین کی تعریف کی اور کہا کہ ایسے پروگرامز طلبہ کی تعلیمی اور فکری نشوونما کے لیے بہت ضروری ہیں۔ انھوں نے طلبہ کو انسانی حقوق کے تحفظ اور فروغ کے لیے آگے آنے کی ترغیب دی۔

یہ سینار آئین پاکستان اور انسانی حقوق کی اہمیت کو سمجھنے اور ان کی حفاظت کے حوالے سے ایک اہم قدم تھا۔ شرکانے نہ صرف آئین کے قانونی پہلوؤں کو سمجھا بلکہ انسانی حقوق کے عملی مسائل پر بھی روشنی ڈالی گئی۔ طلبہ کی شرکت اور دلچسپی نے اس سینار کو کامیاب بنایا اور مستقبل میں بھی ایسے پروگرامز کی ضرورت کا احساس دلایا۔ اس سینار نے نہ صرف طلبہ کی معلومات میں اضافہ کیا بلکہ انھیں اپنے حقوق اور ذمہ داریوں کے بارے میں بھی آگاہ کیا، جو کہ ایک عادلانہ معاشرے کی تعمیر کے لیے نہایت اہم ہے۔

19۔ محفل مشاعرہ کی زوداد

مشاعرے ہماری ثقافت کا ایک اہم جزو رہے ہیں۔ ان کے بغیر ہماری ادبی تاریخ مکمل نہیں ہوتی۔ اگرچہ بعض شعرا کرام جیسے علامہ اقبال مشاعروں کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن سچ یہ ہے کہ مشاعروں نے بڑی حد تک شعر و ادب کے فروغ میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔ پچھلے ہفتے ہمارے کالج آڈیٹوریم میں بھی ایک مشاعرے کی محفل کا انعقاد کیا گیا۔ یہ مشاعرہ عام مشاعروں سے منفرد بھی تھا اور یادگار بھی۔ اس مشاعرے میں ملک بھر سے نامور شعرا کرام شامل ہوئے تھے۔ یہاں ایک بہت بڑی میز رکھی تھی، جس پر پھول ہی پھول تھے۔ باہر ہلکی ہلکی بوند باندی ہو رہی تھی اور اندر گلاب مہک رہے تھے۔ ملک کے نامور شعرا جمع تھے۔ ہر جماعت کے طلبہ جوق در جوق انھیں سننے کے لیے موجود تھے۔ ہمارے کالج کی تاریخ میں بڑے یادگار مشاعرے ہوئے ہیں لیکن یہ مشاعرہ ایک نہایت خوبصورت اضافہ تھا۔ مشاعرے میں قتیل شفائی، منیر نیازی، شہزاد احمد، مرتضیٰ برلاس، امجد اسلام امجد، عطاء الحق قاسمی، جاوید قریشی، شوکت فہمی، سرفراز سید، حسن رضوی، سعود عثمانی، ریحانہ قمر اور عمران نقوی شریک تھے۔

نظامت کے فرائض پروفیسر عرفان پاشا نے ادا کیے۔ وہ ایک اچھے استاد ہونے کے ساتھ ساتھ خود بھی شعر و ادب کا بڑا اچھا ذوق رکھتے ہیں۔ اس لیے مشاعرے میں ان کی نظامت نے چار چاند لگا دیے تھے۔ انھوں نے مہمانان گرامی اور حاضرین کو خوش آمدید کہا۔ چند اچھے شعر سنائے پھر اس کے بعد عمران نقوی کو دعوت کلام دی۔ محترم عمران نقوی لاہور سے تعلق رکھتے ہیں۔ معروف صحافی ہونے کے ساتھ اچھے شاعر بھی ہیں۔ ان کے نعتیہ کلام کو صدا رتی ایوارڈ سے بھی نوازا گیا ہے۔ ان کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

سنان شاخ پر اب تک ہرا ہوں خزاں موسم کا پہلا معجزہ ہوں

مجھے سورج کی صورت جاگتا ہے کسی بے نور لمحے کی دعا ہوں

اس کے بعد جاوید قریشی سٹیج پر آئے۔ وہ بڑے معروف ہیرو کریت ہیں لیکن شعر و شاعری کا بڑا اچھا ذوق رکھتے ہیں۔ ان کے اشعار سادہ اور عام فہم ہونے کے ساتھ مضامین میں گہرائی لیے ہوتے ہیں۔ انھیں اس شعر پر بہت داد دی گئی:

حادثہ تھا گزر گیا ہو گا کس کے جانے کی بات کرتے ہو

اس کے بعد شوکت فہمی کی باری تھی جو مشہور شاعر ہیں۔ ان کی غزل بڑے شوق اور توجہ سے سنی گئی۔ یہ ان کی بڑی مشہور غزل ہے۔ انھیں اس کے مطلع اور ایک شعر پر تو بہت زیادہ داد ملی:

دستِ ضروریات میں بنا چلا گیا میں بے پناہ فحش تھا گھٹنا چلا گیا

غلت تھی اس قدر کہ میں کچھ بھی پڑھے بغیر اوراقِ زندگی کے پلٹتا چلا گیا

ان کے بعد رحمان قمر کا نام پکارا گیا جو بین الاقوامی شہرت یافتہ مصنفہ اور شاعرہ ہیں۔ وہ پاکستانی نژاد امریکی ہیں اور شمالی امریکہ کی انجمن ترقی اردو کی رکن بھی ہیں۔ انھوں نے اپنے اشعار سامعین کی نذر کیے۔ ایک شعر ملاحظہ فرمائیں:

میکہ دونوں کا ہے طے بھی کریں گے دونوں
شہر کو بیچ میں لانے کی ضرورت کیا ہے

اس کے بعد سعود عثمانی کا نام پکارا گیا جو ایک ممتاز شاعر ہیں۔ ان کا تعلق ایک بڑے ادبی اور مذہبی گھرانے سے ہے۔ انھوں نے غزل پڑھی تو اپنے ان شعر پر خوب داد دی گئی:

صلب ترک تعلق تمام میں نے کیا
بہت دنوں میں مرے گھر کی خامشی ٹوٹی

شروع اس نے کیا، اختتام میں نے کیا
خود اپنے آپ سے اک دن کلام میں نے کیا

اس کے بعد سرفراز سید کو بلایا گیا جو معروف صحافی اور کالم نگار ہیں، ان کا یہ شعر بار بار سنا گیا:

اونچے اداس جنگلوں میں شام کی طرح
اترا دیارِ دل میں وہ الہام کی طرح

ڈاکٹر حسن رضوی کا نام پکارا گیا جو اردو پنجابی کے ممتاز شاعر، صحافی، سفر نامہ نگار اور استاد ہیں۔ انھوں نے اپنے اس شعر سے سامعین کو چوکا دیا:

اب تو مٹی میں بھی پہلے سی وفا باقی نہیں
کھیت بخر ہو گئے اور رُت پرانی ہو گئی

طیل عالی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ وہ نامور شاعر، ادبی نقاد اور استاد ہیں۔ انھوں نے یہ شعر سنا کر سامعین کے دلوں کو گرمادیا:

شاخ بے نمو پر بھی عکس گل رعنا رکھنا
آ گیا ہمیں عالی دل کو شادماں رکھنا

عطاء الحق قاسمی کالم نگار اور طنز و مزاح نگار ہیں۔ اس کے علاوہ وہ شاعری کے میدان کے بھی شہسوار ہیں۔ ان کے اشعار توجہ سے سنئے گئے۔

منزلیں بھی، یہ شکستہ بال و پر بھی دیکھنا
تم سفر بھی دیکھنا، رختِ سفر بھی دیکھنا

امجد اسلام امجد مشہور ڈرامہ نگار، شاعر اور کالم نگار ہیں۔ نوجوانوں میں خوب مقبول ہیں۔ اس تقریب میں انھیں ڈرامہ وارث کا خالق کہہ کر پکارا گیا۔

انھوں نے اپنے ان مشہور اشعار سے محفل پر جادو سا کر دیا:

کہاں آ کے رکنے تھے راستے، کہاں موڑ تھا، اسے بھول جا
وہ جو مل گیا اسے یاد رکھ، جو نہیں ملا، اسے بھول جا

دو تے نصیب کی بارشیں، کسی اور چھت پر برس گئیں
دل بے خبر امری بات سن، اسے بھول جا، اسے بھول جا

شہزاد احمد شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ مترجم بھی بڑے اعلیٰ پائے کے ہیں۔ لفظیات اور فزکس سے انھیں خاص لگاؤ ہے۔ تقریبات میں ان کی شرکت ہمیشہ افسانہ سمجھی جاتی ہے۔ انھیں اس شعر پر بہت داد ملی:

شہر کا شہر اگر آئے بھی سمجھالے کو
اس سے کیا فرق پڑے گا تے دیوانے کو

شہزاد صاحب کے بعد مرتضیٰ برلاس کو کلام کی دعوت دی گئی۔ وہ بھی بیوروکریٹ رہے ہیں لیکن شاعری سے تعلق آج تک قائم ہے۔ ان کے اس شعر پر خوب داد ملی:

ایسی ہستی کو دہیں چاٹ لیا کرتی ہے
ظلم بڑھ جائے جہاں حد سے زیادہ برلاس

قتیل شفا کی کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آغاز میں انھوں نے فلمی گیت لکھے لیکن غزلیں لکھیں بھی لکھتے رہے۔ ان کی شاعری بھی نوجوانوں میں مقبول ہے۔ انھوں نے اپنا کلام پیش کیا تو انھیں خوب داد دی گئی۔

یہ مجوزہ بھی محبت کبھی دکھائے مجھے
کہ سنگِ قحط پہ گرے اور دغم آئے مجھے

اس کے بعد کئی چھوٹے بڑے مقابلے ہوئے۔ مثلاً یزہ پھینکنے کا مقابلہ ہوا جو سال دوم کے طلبہ نے جیتا۔ اس کے علاوہ ہائی کمپ کا مقابلہ ہوا جو جرمان کی انداز میں سال اول کے طالب علم نے جیت لیا۔ جب سب مقابلے مکمل ہو گئے تو پروفیسر زارون صاحب نے پرنسپل کو خطاب کی دعوت دی۔ انھوں نے اگر مہمان خصوصی، اساتذہ اور طلبہ کا شکریہ ادا کیا جنھوں نے اس تقریب کو رونق بخشی۔ پھر انھوں نے جیتنے والوں کو شاباش دی اور ہارنے والوں کو سبق دیا کہ انھیں اگلی دفعہ زیادہ بہتر انداز میں اپنے آپ کو مقابلے کے لیے تیار کرنا چاہیے۔ انھوں نے انعامات کی تقسیم کے لیے مہمان خصوصی کو دعوت دی۔ ہر کھیل میں پہلی دوسری اور تیسری پوزیشن والے طالب علموں کو انعامات سے نوازا گیا۔ یوں یہ تقریب چار بجے کے قریب اختتام کو پہنچی اور ہم اپنے گھروں کی جانب روانہ ہوئے۔

22۔ مقابلہ حسن نعت کی زوداد

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہماری آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہے۔ آپ ﷺ کی محبت ہمارا ایمان اور آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ ہے۔ اگر ہم اس اسوہ حسنہ ﷺ کی مکمل پیروی کریں تو ہم پھر سے اپنا کھویا ہوا عروج حاصل کر سکتے ہیں۔ آج ہماری ذات و سوانح کی واحد مدد بھی یہی ہے کہ ہم آپ ﷺ کے اسوہ سے دور ہو چکے ہیں۔ بقول اقبال:

کی عمر سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

ہر دور کے شاعروں نے حضور ﷺ کی شان و عظمت کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ حضور ﷺ کی شان میں جو شعر کہا جائے، وہ نعت کہلاتا ہے۔ سلسلہ حضور ﷺ کی ولادت سے قبل بھی تھا کیوں کہ حضور ﷺ کا ذکر قدیم صحائف میں موجود ہے۔ دربار رسالت میں بھی حسان بن ثابت اور کعب بن زہیر ایسے شاعر موجود تھے، جو نعت کہتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی قریباً ہر دوسرے صحابی نے آپ ﷺ کی شان اقدس میں نعت کہی ہے۔ آج بھی شاعر حضرات نعت کہنا اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے ہیں۔ حضور ﷺ کی اسی نعت کو لحن سے پڑھنے والوں کو نعت خواں کہا جاتا ہے۔ ان دنوں چوں کہ رائج الاڈل کا مینا تھا اور نعتیہ مجالس کا اتمام بڑے ذوق و شوق سے کیا جا رہا تھا، اس لیے میں ہمارے کالج میں بھی ایک مقابلہ حسن نعت کا اہتمام کیا گیا جو بروز منگل، یکم جنوری 2020ء کو منعقد ہوا۔

ہم وقت سے کچھ دیر پہلے ہی ہال میں پہنچ گئے۔ مرکزی دروازے پر سال اول اور سال دوم کے طلبہ آنے والے مہمانوں کا استقبال کر رہے تھے۔ تقریب کے مہمان خصوصی عظیم نعت خواں جناب مرغوب احمد ہدائی تھے۔ مقامی نعت خواںوں کے علاوہ دوسرے شہروں سے بھی نعت خواں تشریف لائے ہوئے تھے۔ یہ سب لوگ ہال کے سٹیج کی فرشی نشستوں پر تشریف فرما تھے۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض شعبہ اردو کے ہر دل عزیز استاد پروفیسر رضوان راضی ادا کر رہے تھے۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن حکیم سے کیا گیا۔ اس کے بعد جناب پرنسپل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ہدیہ عقیدت پیش کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا اسوہ قرآن کا آئینہ ہے۔ آپ ﷺ مجسم قرآن تھے۔ ان کے بعد پروفیسر رضوان راضی صاحب نے مقامی نعت خواںوں کو دعوت دی۔ سب سے پہلے سید امین گیلانی آئے۔ انھوں نے عقیدت کے موتی بڑے ہی دل سوز لہجے میں بکھیرے۔ سب مل کر درود و سلام پڑھنے لگے۔ اس نعت کے چند اشعار یہ ہیں:

اپنی ہلکوں پہ تارے سے لگائے ہوئے ہم دیا عشق رسالت کا جلائے ہوئے

گنبد ہر تصور میں بسائے ہوئے تو مدینے کی جلی سے لگائے ہوئے

ان کے بعد سلیم قادری تشریف لائے اور نعت رسول مقبول ﷺ پڑھی۔ ان کے لہجے میں بہت سوز تھا۔ انھوں نے مدینہ کی بہاروں کا کچھ ایسا نعت کہنا کہ ہر دل دہاں جانے کے لیے بے قرار ہو گیا۔ نعت کا مطلع یہ تھا:

پہلے ہر سانس تنگ ہو کر تھا پھر مدینے کی جستجو کرنا

آخر میں مسیح رحمانی تشریف لائے۔ ان کی نعت بڑے ہی انہماک اور توجہ سے سنی گئی۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ ان کے دل سے نکلنے والی ہلک سا صحنے دلوں میں اترتی جا رہی ہے۔ لوگوں کے دل گواہی دے رہے تھے کہ دینی اور دنیاوی سرخروئی اسی ایک در سے وابستہ ہے۔ اس نعت کا مطلع تو دل کو چھو لینے والا تھا:

ہو کیوں کر کیاں مجھ سے نعت محمدؐ ہے بے مثل دنیا میں ذات محمدؐ

مقامی نعت خواہوں کے بعد مہمانوں کی ہاری آئی۔ تبلیغ بکھری نے ان کا تعارف کرایا اور پھر یکے بعد دیگرے انھیں نعت سنانے کے لیے دعوت دی گئی۔ پہلے محمد فاروق تشریف لائے۔ انھوں نے نعت پڑھی۔ ان کے ترنم اور گداز نے سامعین کو تڑپا دیا۔ اس نعت کے چند اشعار بہت ہی خوب صورت تھے:

آنکھوں میں، میرے دل میں مدینے کی لکھا ہے جس شہر کو دیکھا نہیں وہ دل میں بسا ہے
جس نام کی خوشبو سے معطر ہے وہ عالم وہ نام دل کے گھینے میں لکھا ہے

ان کے بعد سید ناصر جہاں تشریف لائے اور اپنی نعت پڑھی۔ ان کے لہجے میں اتنا درد تھا کہ ان کی نعت کا ہر شعر دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا گیا۔ ہر زبان پر اختیار درود و سلام پڑھنے لگی۔ اس نعت کا ایک شعر ملاحظہ کیجیے:

ہر سمت موجزن ہے فیضانِ مصطفیٰ احسانِ مصطفیٰ ہے احسانِ مصطفیٰ

سید ناصر جہاں کے بعد جنید حمید آئے۔ ان کی نعت اسلوب کے حسن اور عشق کے جذبے کا حسین امتزاج تھی۔ ان کے لہجے کے خلوص نے ہر دل کو جھڑک دیا۔ پہلے وہ نیاداری کی طرف متوجہ رہے تھے۔ لیکن جب سے دین کی طرف راغب ہوئے ہیں، ان کے لہجے کے سوز اور تڑپ میں عشق رسول ﷺ کی محسوس کی جاسکتی ہے۔ انھوں نے نعت پڑھی تو فضا درود و سلام سے لبریز ہو گئی۔ اس نعت کا ایک بند ملاحظہ فرمائیں:

بلندی پہ اپنا نصیب آ رہا ہے فرشتوں یہ دے دو پیغام ان کو
خبر جا کے دے دو ان کو فرشتوں کہ خادم تمہارا سعید آ رہا ہے

مدینہ، مدینہ، مدینہ، مدینہ

آخر میں مہمان گرامی کو دعوت دی گئی۔ ان کے پڑھنے کا انداز انتہائی دلکش تھا اور ایک سچے عاشق کی تڑپ کا اظہار تھا۔ وہ اس وقت اس ذات ﷺ کی تعریف و ستائش میں مصروف تھے جس کا سب سے بڑا نعت گو خود اللہ تعالیٰ ہے اور قرآن جس کی کتاب نعت ہے۔ انھوں نے معروف شاعر جناب محبوب کی نعت پڑھ کر سنائی۔ اس نعت کے چند اشعار یہ ہیں:

خوشبو ہے دو عالم میں تری اے گل چیدہ کس منہ سے بیاں ہوں ترے اوصاف حمیدہ
تمہ سا کوئی آیا ہے نہ آئے گا جہاں میں دیتا ہے گواہی یہی عالم کا جریدہ

(گل چیدہ: منتخب پھول۔ اوصاف حمیدہ: پاکیزہ خوبیاں۔ عالم کا جریدہ: دنیا کا رسالہ۔ مراد کائنات)

مہمان خصوصی کی نعت کے بعد پرنسپل صاحب نے آکر سب کا شکریہ ادا کیا۔ انھوں نے اسوہ حسنہ ﷺ کو مشعل راہ بنانے پر زور دیا۔ پھر اس کے بعد ان کو گل دینے پیش کیے گئے۔ اس طرح یہ روح پرور محفل اختتام کو پہنچی اور سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

23. ایک شادی کی تقریب کا آنکھوں دیکھا حال

آقائے دو جہاں، سید الانبیاء محمد ﷺ کا فرمان ہے: نکاح میری سنت ہے۔ اس سنت کی پیروی صرف مسلمان ہی نہیں کرتے بلکہ یہ ایک ایسا تہذیبی عمل ہے جس کے ذریعے ہر مہذب معاشرے میں مرد اور عورت مل کر ایک خاندان کی بنیاد رکھتے ہیں۔ دنیا میں ہر جگہ اس نیک کام کے مختلف نام اور رسم و رواج ہیں۔ یہاں بھی شادی خاندان آبادی کے بہت سے رسم و رواج ہیں۔ ان میں سے کچھ تو اسلامی ہیں جیسے نکاح اور ولیمہ۔ لیکن بد قسمتی سے کچھ رسمیں ایسی بھی ہیں جن کا اسے دین سے دور دور کا واسطہ نہیں۔ ان میں مہندی، جیل، مایوں جیسی غیر اسلامی رسمیں ہیں۔ عموماً ان رسموں میں صرف دکھاوا، بے حیائی، مخلوط ماحول اور افسوس ہوتا ہے۔ بطور مسلمان ہمیں ان غیر اسلامی رسموں سے دور رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں:

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو،
بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (البقرہ: 208)